

عنبر ناگ ماریا

(قسط نمبر ۳۵)

لوپر موت پیچے موت

(۱۷ جلد)

## فہرست

- ☆ کالے جنگلی
- ☆ آگ میں زندہ
- ☆ شکنتا کہاں گئی؟
- ☆ آدم خور سردار
- ☆ خونی ہاتھی
- ☆ موت کی شرط
- ☆ جادوگر کی سے ملاقات
- ☆ اوپر موت نیچے موت
- ☆ خنجر مار دو
- ☆ شیر آیا تھا

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو یا وجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھیں تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

سنو پیارے بچو!

کالے جنگلی

وحشی لوگ شکنتا اور عنبر کو لے کر جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ خوف سے شکنتا کا رنگ زرد تھا۔ عنبر نے چلتے چلتے اسے تسلی دی کہ وہ گھبرائے بالکل نہیں مگر شکنتا پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ نائے قد کے سیاہ فام وحشی ان دونوں کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ ان کی زبان مشکل تھی۔

وہ کبھی کبھی آپس میں بات کر لیتے تھے۔ عنبر ان کی زبان اپنی خفیہ

شکنتا اور عنبر آدم خوروں کے جزیرے سے نکل کر سمندر میں سفر کرتے ہوئے ہندوستان کے ساحل کے ساتھ آن لگتے ہیں۔ یہاں جنگل میں نائے قد کے جنگلی ان کو پکڑ کرے جاتے ہیں۔ ان وحشیوں کو معلوم ہی نہیں کہ شکنتا ان کے راجہ کی بیٹی ہے وہ انہیں پکڑ کر سردار کے پاس لے جاتے ہیں سردار ان کو ہلاک کر دینے کا حکم دیتا ہے۔ عنبر سردار کو شکست دیتا ہے۔ یہاں خونی ہاتھی حملہ کرتا ہے۔ عنبر اکیلا خونی ہاتھی کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیتا ہے۔



کے پاس لے جا رہے ہیں اور اس کے خیال میں راجہ صرف ہندوستان میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ ملک ہندوستان ہی ہے۔ شکنتا کو بھی ذرا حوصلہ ہوا کہ وہ اپنے وطن میں تو ہے۔ اگر چہ اسے ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ اپنے وطن میں تو ہے۔ اگر چہ اسے ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگلی اور وحشی لوگ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ جنگل میں آم اور اٹلی کے بے شمار گھنے درخت تھے۔ یہ درخت ہندوستان میں بڑے عام ہوتے تھے۔

شکنتا نے میر سے کہا:

”بھائی بھگوان جھوٹے بلوائے یہ ہندوستان ہی ہے۔“

عنبر بولا:

”میر اپنا بھی یہی خیال ہے۔“

شکنتا نے کہا:

طاقت کی وجہ سے سمجھ ضرور رہا تھا۔ پر اسے سمجھنے میں کچھ دقت محسوس ہو رہی تھی۔ یہ زبان آریاؤں سے پہلے کی زبان تھی بلکہ فرعونوں کے مصر سے بھی پہلے کی زبان تھی۔ وحشی نائگے انہیں دھکیل دھکیل کر آگے لیے جا رہے تھے۔ وہ کسی وقت ہنس کر بھی بات کر لیتے۔ ایک وحشی نے دوسرے سے کہا:

”راجہ سے کہہ کر میں اس عورت کو اپنی بیوی بنا لوں گا۔“

دوسرا بولا:

”میں اس نوجوان کو اپنا غلام بناؤں گا۔“

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ شکنتا ان کی زبان نہیں سمجھتی تھی، نہیں تو اس کا یہ باتیں سن کر اور زیادہ برا حال ہوتا۔ عنبر نے جب راجہ کا لفظ سنا تو وہ چونکا۔ اسے شک ہوا کہ وہ ہندوستان کے ساحل پر ہی آن لگا ہے۔ اس نے شکنتا سے اپنی زبان میں کہا کہ یہ وحشی لوگ انہیں کسی راجہ



صورت میں بے چارہ غبر اس کے لیے کیا کر سکتا تھا بھلا۔

بہر حال غبر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قسمت میں ابھی کیا کیا لکھا ہے۔ جنگل گھنا ہوتے ہوتے زیادہ گہرا ہو گیا۔ یہاں موسم گرم مرطوب تھا۔ چھبر ان کے سروں پر چکر لگاتے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ ایک جگہ غبر نے مور کو دیکھا جو اپنے نیلے رنگ کے خوبصورت پنکھ کھولے ایک درخت کے نیچے مزے سے ناچ رہا تھا۔ غبر نے شکنتلا کو ناچتا مور دکھایا۔ مگر شکنتلا کو حسین مور دیکھ کر بھی کوئی خوشی نہ ہوئی وہ اپنے انجام کے بارے میں بڑی پریشان تھی۔

کئی درختوں پر غبر نے سبز رنگ کے سانپوں کو ہری بھریلیوں کی طرح لٹکتے دیکھا۔ اب کیا ہوا کہ درختوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے ایک سانپ نے ایک وحشی کی گردن پر ڈس دیا وہ ایک دم زمین پر بیٹھ گیا۔ دوسرے وحشی نے خنجر نکال کر ڈسنے والی جگہ پر زخم لگایا اور پھر زہر

”مگر غبر بھائی یہ وحشی لوگ ہمیں کہاں لیے جا رہے ہیں؟“

”راجہ کے پاس۔ فکر نہ کرو راجہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔“

”بھگوان کا شکر ہے کہ تم میرے ساتھ ہو نہیں تو جانے میرے ساتھ یہ جنگلی لوگ کیا سلوک کرتے۔“

وحشی لوگ غبر اور شکنتلا کو کسی اور زبان میں باتیں کرتے دیکھ کر بڑے حیران ہو رہے تھے۔ وہ آپس میں کہتے کہ دیکھو یہ دونوں کس بے فکری سے باتیں کر رہے ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اب غبر کو تشویش ہوئی کہ یہ جنگلی لوگ ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنے والے ہیں۔ اسے اپنی تو فکر نہیں تھی۔

ڈرتھا تو شکنتلا کا تھا۔ اس کی موجودگی میں تو دنیا کا کوئی شخص شکنتلا کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا۔ لیکن ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ شکنتلا کو الگ لے جا کر قید کر دیا جائے اور پھر اسی قید میں اسے مار ڈالا جائے۔ ایسی

نے شکنتا سے کہا کہ یہ لوگ کسی جانور سے خوف زدہ ہیں۔ وحشی لوگ چلتے چلتے ایک دم رک گئے اور فضا میں تھو تھنیاں بلند کر کے کچھ سونگھنے کی کوشش کرنے لگے۔ ایک وحشی نے اونچی آواز میں کہا:

”درختوں پر چڑھ جاؤ۔“

اس کیساتھ ہی وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ فوراً جنگل میں شیر کی دھاڑ گونجی اور ایک زرد دھاریوں والا خونخوار شیر جھاڑیوں میں سے چھلانگ لگا کر باہر نکلا۔ وحشی کچھ درختوں پر چڑھ گئے تھے اور کچھ ابھی زمین پر ہی تھے۔ عنبر نے خدا کا شکر یہ ادا کیا کہ وہ شکنتا کو لے کر ایک درخت پر چڑھ چکا تھا۔ شیر نے دھاڑتے ہی ایک وحشی کو منہ میں دبوچ لیا۔ وحشی بڑا بہادر تھا۔ اس نے کھلے ہاتھ سے خنجر شیر کے پیٹ میں گھونپنا شروع کر دیا۔ مگر شیر بھلا خنجروں سے کہاں مرتا ہے۔ ویسے شیر گھبرا ضرور گیا اس نے جنگلی کو منہ سے نکال کر پھینک دیا اور پھر ایسے زور سے پنچہ مارا

چوس کر تھوک دیا۔ تیسرے وحشی نے ایک سانپ کو تیر مار کر نیچے گرا لیا اس کی گردن کاٹ کر الگ کر دی اور ڈھن اس وحشی کو دے دیا جسے سانپ نے کاٹا تھا۔ وحشی عنبر اور شکنتا کے سامنے دیکھتے دیکھتے اسے چبا کر کھا گیا۔

سانپ کے کھاتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جنگل میں سفر شروع کر دیا عنبر نے ان وحشی لوگوں کی عقل مندی کی داد دی کہ کتنی جلدی انہوں نے موت کو بھگا دیا۔ چلتے چلتے وہ ایک ندی پر آ گئے۔ یہ ندی چھوٹی سی تھی اور بل کھاتی گزر رہی تھی۔ ندی کے کنارے بڑی بڑی گھاس اگی تھی جس میں اگر آدمی چھپ جائے تو کسی کو ڈھونڈے سے بھی نہ ملے عنبر نے دیکھا کہ وحشی ان جھاڑیوں سے بچ کر چل رہے تھے۔ خدا جانے وہ کسی جانور سے خوف زدہ تھے۔ یہ مگر مجھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مگر مجھ دریاؤں میں ہوتا ہے۔ وہ ندی کنارے نہیں آتا۔ عنبر

کہ وحشی کی گردان اڑ گئی۔

یہ سارا تماشا دوسرے وحشی درختوں پر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے شیر پر بے شمار تیر چلائے مگر شیر صاف بچ گیا۔ شیر نے مردہ وحشی کو تو اسی جگہ چھوڑا اور اچھل کر ایک دوسرے وحشی کو پکڑ لیا جو ایک درخت کی نیچی شاخ پر بیٹھا شیر پر تیر چلا رہا تھا۔ وحشی کی چیخ سے جنگل گونج اٹھا۔ شیر نے وحشی کو گردان سے دبوچا اور اسے گھسینا ہوا جنگل میں گم ہو گیا۔ دوسرے وحشی اس پر تیر برساتے رہے مگر شیر صاف نکل گیا۔ شیر کے جاتے ہی سارے کے سارے وحشی درختوں پر نیچے اتر آئے انہوں نے اپنے ساتھی کی گردان کٹی لاش کو اٹھا کر ایک درخت کے نیچے لٹایا۔ اوپر ادھر ادھر سے خشک پتے اکٹھے کر کے ڈالے اور آگے چل دیے۔

جیسے کچھ ہوا نہیں تھا۔ ان میں کسی نے شیر کا پیچھا کر کے اسے مارنے یا

اپنے دوسرے ساتھی کی موت کا بدلہ لینے کی کوشش نہ کی۔ وہ شکنتا اور غنبر کو ساتھ لے ایک بار پھر جنگل میں روانہ ہو گئے۔ اب وہ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں میں سے گزر رہے تھے۔ یہ ٹیلے ہری بھری جھاڑیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک ہرن جھاڑیوں میں سے نکل کر چوڑیاں بھرتے بھاگا تو ایک وحشی نے تیر مار کر اسے زخمی کر کے گرالیا۔ پھر اے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

ایک بولا:

”آج اسے بھون کر کھائیں گے۔“

دوسرے نے کہا:

”میں نے تو سانپ کا ناشتہ کر لیا ہے۔“

تیسرے نے کہا:

”اگر میں تمہارا زہر نہ چوستا تو تم مر گئے ہوتے۔“



دوسرا بولا:

”میں تمہیں اس کے بدلے میں مور کا گوشت کھلاؤں گا۔“

عزیز کو اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ ہندوستان کے ملک میں داخل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ مور بھی ہندوستان میں ہی ہوتا ہے۔ اس نے ایک وحشی سے آخر پوچھ ہی لیا کہ کیا اس ملک کا نام ہندوستان ہے۔ سارے

کے سارے وحشی عزیز کو اپنی جنگلی زبان میں بات کرتے دیکھ کر دنگ رہ گئے اور کھڑے ہو گئے۔

ایک وحشی نے پوچھا:

”تم نے ہماری زبان کہاں سے سیکھی ہے؟“

عزیز نے کہا:

”میں چھوٹا سا تھا جب اس جگہ آیا تھا یہاں رہا تھا۔ میں نے یہاں کی زبان سیکھ لی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ہندوستان ہی ہے۔“

وحشی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ چیخ کر دوسرے وحشیوں سے کہا:

”یہ شخص مجھے کوئی بدروح معلوم ہوتی ہے۔“

دوسرا بولا:

”ان دونوں کو اسی جگہ ختم کر دو۔“

تیسرے نے کہا:

”نہیں نہیں، انہیں راجہ کے پاس لے جاؤ۔ راجہ کو پتہ چل گیا تو وہ ہم پر ناراض ہوگا۔ ہم ان دونوں کو راجہ کے حوالے کر کے اس سے انعام حاصل کریں گے۔ کیونکہ اس عورت کو تو راجہ بڑا خوش ہو کر اپنی بیوی بنالے گا۔“

”ٹھیک ہے، ہم اس طرح کریں گے۔“

”لیکن اگر ہم انہیں قتل کر دیں تو راجہ کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔ اس طرح اس ملک میں ایک بدروح نہیں آنے پائے گی۔“

”اسے ختم کر دیں گے۔“

ایک وحشی نے کہا:

”یہ بھی تو سوچو کہ ان دو بدروحوں کا قتل ہم اپنے اوپر کیوں لیں؟

کیوں نہ انہیں راجہ کے سامنے پیش کر کے اسے کہیں کہ یہ دونوں

بدروحیں ہیں اور انہیں ہلاک کر دیا جائے۔“

”یہ بات اچھی ہے۔“

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بات ٹل گئی۔ نہیں تو شکنتا کو بچانے کے

لئے بڑی مشکل ہو جاتی۔ اب جنگل میں ایک گول دائرے کی قسم کا

چھوٹا سا میدان آ گیا۔

اس میدان میں درختوں کے نیچے جگہ جگہ لمبوتری چھتوں والی

جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں سے دھواں بھی اٹھ رہا تھا۔ ٹنگ

دھڑنگ کالے کالے بچے جھونپڑیوں سے باہر کھیل رہے تھے۔

شکنتا نے کہا:

”بھگوان کا شکر ہے کہ ہم آخر یہاں پہنچ گئے۔ میرا تو چل چل کر سخت

برا حال ہو گیا تھا۔“

عنبر نے کہا:

”میں خود چل چل کر تنگ آ گیا تھا۔ کم بخت جانے کہاں سے آئے

ہیں۔ میرا خیال ہے یہ ان کا قبیلہ ہے یہاں ان کا راجہ رہتا ہوگا۔“

”ہاں یہ راجہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟“

”ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے وہ ہمیں قید میں ڈال دے اور پھر کسی

روز ہمیں دیوتا کے آگے قربان کر دے۔“

”ہائے میں مر گئی۔ بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔“

عنبر نے ہنس کر کہا:

”تم بہت جلد ڈر جاتی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے ہر مشکل

میں تمہیں موت کے منہ سے بچایا ہے۔ اچھا دیکھتے ہیں کہ یہاں کیا تماشا ہوتا ہے۔“

وحشی لوگ انہیں لے ایک جھونپڑی کے باہر رکسائے۔ پھر ایک وحشی نے زور سے ڈھول بجایا۔ ڈھول کی آواز سن کر جنگلیوں کا راجہ جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔

یہ راجہ ایک سیاہ رنگ کا ہٹا کٹا ڈاکوؤں کی شکل ایسا آدمی تھا۔ اس نے اپنی لال لال آنکھوں سے عنبر اور شکنتا کو دیکھا اور ریچھ کی طرح ہنس کر بولا:

”عنبر سمجھ گیا کہ راجہ شکنتا کو ضرور اپنی بیوی بنا کر چھوڑے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ شکنتا پہلے ہی ایک راجہ کنور کی بیوی ہے اور اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ عنبر نے شکنتا کو ظالم راجے کی قید سے بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ وحشیوں نے راجہ کو سارا کچھ ہی بتا دیا کہ یہ شخص انکی جنگلی زبان

بھی سمجھتا ہے اور یہ دونوں کوئی بدروح ہیں۔ کیونکہ شیر نے ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر کہ عنبر جنگلیوں کی زبان جانتا ہے۔ راجہ اس کے قریب آ گیا۔ اس نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور کہا: ”تم کون ہو؟ تم ہماری زبان کس طرح جانتے ہو؟“

عنبر نے مسکرا کر کہا:

”راجہ میں بچپن میں یہاں اپنے باپ کے ساتھ آیا تھا۔ مجھے بچپن ہی سے یہ زبان یاد ہو گئی تھی۔“

”جھوٹ بولتے ہو تم۔“ راجہ نے چلا کر کہا۔ ”تم بدروح ہو۔ تم ہمارے قبیلے میں نحوست اور بیماری پھیلانے آئے ہو۔ تمہیں آگ میں ڈال کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور اس عورت سے ہم شادی کریں گے۔“

شکنتا نے عنبر سے پوچھا کہ راجہ کیا کہہ رہا ہے۔ عنبر نے اسے بتایا



اس نے اسی وقت اعلان کر دیا:

اس نو جوان کو آگ میں ڈالنے اور اس عورت سے ہماری شادی کی  
تیاریاں شروع کر دی جائیں۔“  
”جو حکم مہاراج۔“

جنگلیوں نے دونوں کو لے جا کر الگ الگ جھونپڑوں میں رسیوں میں  
چکڑ کر قید کر دیا۔ باہر عنبر کے لیے ایک گڑھا کھود کر اس میں درخت  
کاٹ کاٹ کر لکڑیاں ڈالی جانے لگیں۔ راجہ کی پہلی بیویاں اور دوسری  
عورتیں شکنتا کو جھونپڑی میں نکل کر دہن بنانے لے گئیں۔ شکنتا  
روتی چلاتی رہی۔ مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس نے دور ہی سے  
روتے ہوئے عنبر کو آواز دی۔  
”عنبر بھائی بھگوان کے لیے میری مدد کرو۔ نہیں تو میں خودکشی کر لوں  
گی۔“

کہ راجہ کہہ رہا ہے۔ میں شکنتا سے بیاہ کروں گا۔ شکنتا روتے لگی:  
”عنبر بھائی مجھے اس ظالم وحشی سے بچا لو۔ میں اپنے خاوند کی وفادار  
بیوی ہوں۔ میں اپنے راج کنور کے ہوتے ہوئے مر سکتی ہوں مگر  
دوسری شادی نہیں کر سکتی۔“

”حوصلہ رکھو شکنتا! میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔“  
پھر عنبر نے راجہ سے کہا:

”اے راجہ تم مجھے بے شک بدروح جان کر آگ میں ڈال دو مگر اس  
عورت سے شادی مت کرو۔ کیونکہ اس کی شادی ہو چکی ہے اور اس  
کا ایک بچہ بھی ہے۔ یہ اگر ملک ہندوستان ہے تو اسی ملک کی ایک  
ریاست کا راجہ اس عورت کا خاوند ہے۔ یہ اس راجہ کی رانی ہے۔“  
وحشی راجہ قہقہہ لگا کر ہنس اور شکنتا کی طرف دیکھ کر بولا:  
”ہم اس آکاش کی اسپر اسے ضرور شادی کریں گے۔“

خطرہ تھا کہ کہیں چپکے سے خودکشی ہی نہ کرے جو عنبر کسی حالت میں بھی گور نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے بیٹھے بیٹھے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو جھکادے کر رمیاں توڑ ڈالیں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں دو وحشی اندر آ گئے۔ انہوں نے عنبر کو آزاد دیکھ کر شور مچا دیا عنبر کو پھر جکڑ دیا گیا۔

عنبر نے شکنتا کی فریاد سن لی تھی اور دل میں پکا عہد کر لیا تھا کہ وہ شکنتا کو بچائے گا بھی اور اس راجہ کو تھوڑا سا مزہ بھی چکھائے گا۔ وہ جھونپڑی کے فرش پر اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر اسے زمین میں کھونٹا گاڑ کر جکڑ دیا گیا تھا۔ اب وقت کم رہ گیا تھا۔ کیونکہ راجہ نے شکنتا سے بیاہ کی پوری تیاریاں فنانس شروع کر دی تھیں۔ ادھر زمین کے گڑھے میں لکڑیاں ڈال کر انہیں آگ لگا دی گئی تھی۔ لکڑیاں دھڑ دھڑ جلنا شروع ہو گئی تھیں۔ عنبر سمجھ گیا تھا کہ اسے اس وقت آگ میں ڈالا جائے گا جب لکڑیاں ساری کی ساری جل کر سرخ کوئلہ بن جائیں گی۔ وہ اپنے بارے میں ذرا بھی فکر مند نہیں تھا۔ اسے اگر کوئی فکر تھی تو صرف شکنتا کی تھی کہ وہ کہیں گھبرا کر کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کر بیٹھے۔ چونکہ وہ بڑی نیک شریف اور وقادار بیوی تھی۔ اس لیے اسے

رنگ کے بڑے بڑے انگارے دھک رہے تھے۔ یہ آگ اتنی شدید تھی کہ اس کے قریب نہیں کھڑا ہوا جاتا تھا۔ سارے وحشی پرے پرے کھڑے تھے۔ راجہ کا حکم سن کر دو وحشیوں نے عنبر کو لمبے لمبے نیزوں سے آگ کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔ عنبر اگر چاہتا تو نیزے چھین کو ان وحشیوں کو قتل کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے جان بوجھ کر ایسا نہ کیا۔ وہ اس وحشی راجہ کو آگ میں زندہ رہنے کی کرامت دکھانا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ اسے دیوتا سمجھنے لگے اور یوں شکنتا کی جان بھی بچ جائے گی۔

عنبر اپنے آپ آگ کی طرف چل پڑا۔ وہ آگ کے دہکتے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر راجہ کی طرف یکھا۔ وہاں آگ کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ کوئی انسان وہاں ایک پل کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ لیکن عنبر بڑے سکون سے کھڑا تھا۔

## آگ میں زندہ

دو پہر کو عنبر جھونپڑے سے باہر آیا گیا۔

دو کالے جنگلیوں نے اسے پکڑ رکھا تھا اور اسے آگ کے گڑھے کی طرف لے جا رہے تھے۔ خونخوار راجہ ایک اونچی کرسی پر بیٹھا تھا۔ شکنتا کو جھونپڑے میں زبردستی دہن بنایا جا رہا تھا۔

راجہ نے حکم دیا:

”اس بدروح کو آگ میں ڈال میں دو تا کہ دیوتا خوش ہوں اور ہمارا قبیلہ بیماری اور نحوست سے بچ جائے۔“

لکڑیاں گڑھے میں ساری کی ساری جل چکی تھیں اور اب وہاں سرخ



عنبر نے راجے سے کہا:

”اے راجہ میری بات کو کان کھول کر سن۔ تو مجھے آگ میں زندہ جلا کر بھسم کرنا چاہتا ہے۔ تو نے میرے لیے آگ کا یہ دوزخ تیار کیا ہے۔ تو اس جگہ آ کر ایک بھی سانس نہیں لے سکتا جہاں میں بڑے آرام سے کھڑا ہو کر تجھ سے بات کر رہا ہوں۔ سن میں ابھی تمہاری آگ میں اتر جاؤں گا۔ میں ان سرخ کوئلوں پر جا کر بیٹھ جاؤں گا اور آگ میں زندہ ہوں گا۔ اور مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ تم لوگ عام آدمی ہو اور میں دیوتا ہوں۔ ہاں میں دیوتا ہوں تم نے مجھے آگ ڈالنے کا حکم دے کر گستاخی کی ہے تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔ لو اب اپنی آنکھوں سے دیکھ کہ میں دیوتا ہوں اور تو نے مجھے سزا کا حکم دے کر کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔“

یہ کہہ کر عنبر بڑے آرام کے ساتھ یوں جلتے ہوئے دھکتے انگاروں پر

اتر گیا۔ جس طرح کوئی آدمی پانی کے تالاب میں اتر جاتا ہے عنبر بڑے سکون سے دھکتے انگاروں پر آلتی پالتی مار کر اپنا منہ راجہ کی طرف کر کے بیٹھ گیا۔ آگ نے عنبر کے جسم کا ایک پال تک نہیں جلا یا تھا۔ آگ دھک رہی تھی اور عنبر آگ میں بڑے سکون کے ساتھ بیٹھا تھا۔ یہ تماشہ دیکھ کر وحشی تو دم بخور ہو کر رہ گئے۔ ان میں دہشت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کئی جنگلی سجدے میں گر گئے۔ راجہ اپنی اونچی کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا عنبر نے آگ پر بیٹھے بیٹھے اونچی آواز میں کہا:

”راجہ تم نے وہ کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ جسے تم نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ آگ دھڑا دھڑا دوزخ کی طرح دھک رہی ہے۔ اگر تم اس آگ میں جنگل کا سب سے بڑا ہاتھی بھی ڈال دو تو وہ جل بھن کر پکڑا بن جائے گا۔ لیکن آگ نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ اس لیے کہ میں انسان نہیں ہوں بلکہ ایک دیوتا ہوں۔

اب اگر میں چاہوں تو تم تمہیں وہاں کھڑے کھڑے اٹھا کر اس آگ میں پھینک سکتا ہوں اور تم ایک سوکھے پتے کی طرح اس آگ میں جل جاؤ گے۔ بولو کیا میں اٹھاؤں تجھے؟“

راجہ نے دور ہی سے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا: ”مجھے معاف کر دو اے عظیم معاف ک دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ایک بہت بڑے دیوتا ہیں۔ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو آپ آگ سے باہر آ جائیں۔ میں آپ کے پاؤں چھونے کے لیے بے تاب ہوں“

عزیز نے آگ پر بیٹھے بیٹھے کہا: ”اب تمہیں ہوش آ گیا ہے۔ اگر پہلے ہی اس کام سے باز آ جاتے تو کتنا اچھا تھا۔“

راجہ نے کہا:

”مہاراج اگر آپ حکم کریں تو میں ان سارے جنگیوں کو آگ میں جھونک دیتا ہوں۔ جنہوں نے آپ کو پکڑ کر میرے سامنے لانے کی جرات کی تھی۔“

عزیز نے کہا:

”ان کا قصور نہیں ہے انہوں نے تو وہی کیا جو تم نے انہیں کہہ رکھا تھا۔ وہ بے گناہ ہیں۔ اچھا اب میں تمہارا قصور بھی معاف کرتا ہوں۔“

عزیز دھلتے ہوئے انگاروں پر سے اٹھ کر آگ سے باہر آ گیا۔ جوں ہی وہ باہر آیا سارے کے سارے جنگلی اس کے آگے سجدے میں گر گئے۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے کہ اتنی زیادہ آگ میں رہ کر اس شخص کا ایک بال تک نہیں جھلسا۔ آگ نے اسے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

”عزیز نے کہا“

جو کہ ان کا بھگوان بنا ہوا تھا۔ کہ میں تم کو ایک شرط پر معاف کروں گا۔

کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے مجھے آگ میں بھسم کرنے کی کوشش کی تھی۔ آگ نے مجھے کچھ نہ کہا کیونکہ میں کسی درویش کی دعا سے زندہ ہوں۔ یہ لوگ مجھے دیوتا سمجھنے لگے ہیں۔“

شکنتلا نے کہا:

”ان سے پوچھو کہ یہ ملک کون سا ہے اور ہماری ریاست یہاں سے کتنی دور ہے۔ ان سے سوائے اس کے ہم کوئی اور کام نہیں لے سکتے۔“

عمبر بولا:

”ہاں شکنتلا بہن تم نے جواب یاد دلایا۔ میں ابھی راجہ سے ساری بات کرتا ہوں۔“

راجہ بڑی عزت کیساتھ عنبر اور شکنتلا کو اپنے خاص جھونپڑے میں لے گیا۔ جہاں زمین پر شیر اور ہرن کی قیمتی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔

کہ تم شکنتلا کو چھوڑ دو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ شکنتلا کی پہلے شادی ہو چکی ہے اور اس کا ایک بچہ بھی ہے۔“

راجہ نے اسی طرح ہاتھ باندھ کر کہا:

”مہاراج شکنتلا آج سے میری بہن ہے۔ اگر میں اس پر نکلھ ڈالوں تو میری آنکھ پھوٹ جائے۔“

راجہ نے حکم دیا کہ شکنتلا بہن کو بڑی عزت کیساتھ لایا جائے۔

شکنتلا اسی وقت آگئی۔ وحشی اس کے آگے بھی سر جھکا رہے تھے۔

شکنتلا نے پوچھا:

”یہ کیا کایا پلٹ ہو گئی بھائی عنبر؟“

عنبر نے کہا:

”وہی ہوا جو میرے ساتھ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ پہلے لوگ مجھے قتل کرنے کے لیے بھاگتے ہیں اور پھر میرے آگے ہاتھ باندھ کر سر جھکا



رابعہ نے جھک کر کہا:

”مہاراج، تشریف رکھیں۔“

عزیز اور شگنٹا شیر کی کھال پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھنے کے بعد رابعہ بھی ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ عزیز نے پہلا سوال کیا کہ یہ کون سا ملک ہے؟ رابعہ نے کہا:

”اے عظیم دیوتا، یہ ہندوستان ہے اور ہم اس ملک کے مشرقی ساحل پر ہیں۔ اس سے آگے پہاڑ ہیں، میدان ہیں، جنگل ہیں، ہم ادھر کبھی نہیں گئے سنا ہے کہ ادھر بھی بہت قبیلے آباد ہیں یہ بتائیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟“

عزیز نے کہا:

”اے رابعہ اب میں تمہیں اصل بات بتاتا ہوں۔ میں کوئی دیوتا نہیں ہوں بلکہ ایک تمہاری طرح کا عام انسان ہوں مجھ میں تجھ میں فرق

صرف اتنا ہے کہ میرے اندر ایک خاص طاقت ہے جو مجھے دیکتی آگ میں بھی زندہ رکھتی ہے۔ یہ میری بہن شگنٹا ہے۔ یہ اس ملک ہندوستان کی ایک ریاست کی رابعہ کنور کی بیوی ہے اس کی ریاست پہاڑ ہمالیہ کے دامن میں ہے۔ میں اسے اس کے گھر کے جا رہا تھا کہ سمندر میں طوفان آگیا۔ ہم ایک جزیرے پر پہنچے جس کے رابعہ نے ہمیں کشتی دے کر اس طرف روانہ کر دیا۔“

رابعہ کہنے لگا:

”آپ نے ٹھیک کہا اے عظیم انسان، یہاں سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر سمندر میں ایک جزیرہ ہے جہاں سنا ہے کہ آدم خور وحشی رہتے ہیں۔ کیا آپ کے ساتھ انہوں نے برا سلوک تو نہیں کیا؟“ عزیز نے کہا:

”میرے سامنے انہوں نے بھی ہتھیار پھینک دیے تھے۔ وہ مجھے مارنا

چاہتے تھے مگر نہ مار سکے اور ڈر گئے۔ پھر انہوں نے ہماری بڑی آؤ  
بھگت کی۔ تم یہ بتاؤ کہ ہمالیہ پہاڑ یہاں سے کتنی دور ہے؟“

راجہ بولا:

”ہمالیہ پہاڑ سنا ہے کہ یہاں سے بہت دور ہمارے قبیلے کا کوئی آدمی  
آج تک اس پہاڑ تک نہیں پہنچا۔ کہتے ہیں کہ ہمالیہ پر سارا سال  
برف جمی رہتی ہے اور اس کے دامن میں چاندی کے چشمے بہتے ہیں  
اور دوختوں پر سونے کے پنکھ لگتے ہیں۔“  
عمبر نے مسکرا کر کہا:

میں نے آج تک ایسا کوئی درخت نہیں دیکھا جس کی ڈالیوں پر سونے  
کے پنکھ لگتے ہوں؛ بہر حال ہمیں اسی ہمالیہ پہاڑ کے دامن میں جانا  
ہے۔ وہاں ایک ریاست ہے جس کا نام کیا ہے۔ شکنتا؟“

شکنتا نے کہا:

”ہماری ریاست کا نام امی سارا ہے۔“

راجہ بولا:

”اے میری نیک بہن، میں نے اس ریاست کا نام کبھی نہیں سنا۔ لیکن  
ہم آپ کو ایک ایسے راستے پر ضرور ڈال دیں گے جو یہاں سے  
دریاؤں کی وادی کو جائے گا۔ ہمالیہ تک کا سفر بڑا لمبا ہے۔ وہاں تک  
پہنچنے کے لیے کئی ماہ لگ جائیں گے، اگر آپ گھوڑوں پر سفر کریں گے  
تو شاید ایک مہینے میں پہنچ جائیں۔“

لیکن راستے میں بڑے خطرناک جنگل آئیں گے۔ آدم خور قبیلے ملیں  
گے طوفانی دریا آئیں گے۔ صحرا بھی شاید آئے۔ جہاں رات دن گرم  
آندھیاں چلتی رہتی ہیں۔ اگر آپ نے حوصلہ نہ ہارا تو ایک نہ ایک  
دن اپنی پر ضرور پہنچ جائیں گے۔“

عمبر نے کہا:

بندوبست کر سکتے ہو؟“

راجہ نے کہا:

کاش میں آپ کے لیے گھوڑوں والے رتھ کا بندوبست کر سکتا۔ مگر میں مجبور ہوں۔ یہاں گھوڑے نہیں ہوتے۔ میرے پاس چند گدھے ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں تین گدھے آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔“

عنبر نے کہا:

”میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔ گدھے ہمیں سفر میں کافی مدد دے سکتے ہیں۔ کم از کم شکنتا اپیل چلنے سے بچ جائے گی۔“

دوسرے روز راجہ نے ایک گدھے پر عنبر اور شکنتا کے سفر کے واسطے کھانے پینے کا سامان لدوا دیا۔ ان میں سوکھی مچھلی تھی۔ شہد کا ایک مرتبان تھا پھل تھے اور شکر قندی تھی۔ ایک گدھے پر شکنتا بیٹھ گئی اور

”ہم حوصلہ ہارنے والے نہیں ہیں۔ ہم نے طوفانی سمندروں میں سفر کیا ہے۔ ہم نے آدم خور قبیلوں کو اپنا غلام بنایا ہے۔ ہم ہمالیہ کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہم منزل تک پہنچ کر ہی دم لیں گے۔“

راجہ بولا:

”بھگوان آپ کے ساتھ ہو گا میرے آقا۔“

عنبر اور شکنتا نے چار پانچ روز اس قبیلے میں بسر کیے۔ راجہ نے ان کی بڑی خدمت کی۔ انہیں خوب پھل، جنگلی شہد اور اعلیٰ قسم کی مچھلیوں کے کباب کھلائے شکنتا کی صحت اچھی ہو گئی۔ ایک روز انہوں نے وہاں سے چلنے کا منصوبہ بنایا۔

عنبر نے راجہ سے کہا:

”اے راجہ ہمارا ارادہ ہے کہ کل صبح سورج نکلنے سے پہلے پہلے ہم اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں۔ یہ بتاؤ کہ تم ہماری سواری کے لیے کیا



کرنے کے لیے ڈیرے ڈال دیے۔ رات کو عنبر نے آگ روشن کر دی تاکہ جنگلی جانور ادھر کا رخ نہ کر سکیں۔ ساری رات جنگل کی طرف سے شیر کی آواز آتی رہی۔

دوسرے گدھے پر عنبر بیٹھ گیا۔ انہوں نے راجہ سے اجازت لی اور ہمالیہ کے پہاڑ کی طرف اپنے طویل سفر پر روانہ ہو گئے۔ قبیلے والوں نے انہیں جنگل میں جس راستے پر ڈالنا تھا۔ وہ شام کو ایک پہاڑی کے دامن میں بہتے دریا پر آ نکلا۔ دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ مگر پانی کافی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ عنبر پل کی تلاش میں نکلا آخر انہیں اوپر کی جانب لکڑی کا ایک پل مل گیا جو بانس جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ انہوں نے دریا عبور کر لیا۔ گدھے پل پر جاتے ڈرتے تھے لیکن عنبر انہیں کھینچ کر لے گیا۔ دریا پار کرنے کے بعد وہ ایک میدان میں آ گئے۔

سورج غروب ہونا شروع ہو گیا تھا۔

سفر چھوڑ کر وہ رات بسر کرنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ انہیں ایک جگہ چٹیل سا ٹیلہ دکھائی دیا۔ اس ٹیلے پر انہوں نے رات بسر

فکر نہیں تھی۔ فکر تھی تو شکنتلا کی تھی۔

کیونکہ وہ قدم قدم پر ڈر کر حوصلہ ہار دیتی تھی۔ اس نے شکنتلا سے بھائی بن کر وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے بہن سے ملنے سے پہلے اس کے گھر ضرور چھوڑ کر آئے گا۔ وہ ہر حالت میں اپنا وعدہ نبھانا چاہتا تھا۔ دھوپ نکل آئی جنگل اور میدان میں ہر طرف روشنی پھیل گئی دور تک اونچے نیچے ٹیلے بکھرے پڑے تھے۔ ان ٹیلوں کے بیچ میں چھوٹے چھوٹے درختوں کے ذخیرے تھے۔ ان درختوں کی چھاؤں میں بہتے والی جنگلی ندیوں کا پانی گدلا سا تھا۔ ان میں پہاڑوں کی گیروی مٹی کا رنگ ملا ہوا تھا۔ چشمے یہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ موسم گرم تھا۔ دن میں دھوپ چھبے لگتی۔ رات کو جس ہو جاتا اور لمبے لمبے مچھروں کا مٹے۔ رات کو مچھروں سے بچنے کے لیے انہوں نے پاس ہی تھوڑی سی آگ جلائی تھی جس میں سے دھواں اٹھتا رہا اور وہ مچھروں سے بچے رہے۔

شکنتلا کہاں گئی؟

شکنتلا شیر کی آواز سن کر رات بھر ڈرتی رہی۔

دن چڑھا تو عنبر نے درختوں کے نیچے بہتی ندی پر جا کر غسل کیا۔ پھر انہوں نے گدھے کے جھولے میں سے خشک مچھلی اور جوار کی روٹی کے خشک ٹکڑے نکال کر ناشتہ کیا۔ اب انہیں پھر سفر پر چلنا تھا۔ ابھی انہیں بہت دور جانا تھا۔ سفر میں یہ ان کی پہلی رات تھی۔ عنبر خدا سے دعا مانگتا تھا کہ اے خدا یہ سفر خیر و خیریت سے کٹ جائے۔ اسے اپنی

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ گدھوں پر سوار ہوئے اور پھر سفر پر آگے کو چل پڑے۔ گدھے بھی دانہ دینا کھا کرتا زہ دم ہو چکے تھے۔ شکنتا رات والے شیر سے گھبرا رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ جو شیر رات کو بولتا رہا تھا۔ وہ ضرور کسی نہ کسی جھاڑی میں چھپا ہوگا۔ عنبر نے اسے بتایا کہ دن کو شیر اپنی کچھار سے بہت کم نکلا کرتے ہیں۔ شیر رات کو شکار کرتا ہے اور پھر شکار کے بعد آرام کرتا ہے۔ پھر بھی شکنتا ڈرتی رہی۔ چلتے چلتے وہ کافی دور نکل گئے۔ وہ چھوٹے چھوٹے ٹیلے اور جنگلی ندی نالے عبور کر رہے تھے۔ راستے میں انہیں کہیں بھی کوئی آبادی دکھائی نہ دی۔ آج سے دواڑھائی ہزار برس پہلے ہندوستان میں بہت کم آبادی تھی۔

اس زمانے میں دنیا میں کہیں بھی آبادی زیادہ نہیں تھی۔ چند ایک بڑے بڑے شہر آباد تھے۔ اور جنگلوں میں وحشی لوگوں کے قبیلے تھے۔

جوانسان کے خون کے پیاسے ہوتے تھے۔ وہ مسافروں کو لوٹ کر قتل کر دیتے تھے۔ عنبر کو ایسے کئی جنگلیوں سے پالا پڑ چکا تھا۔ اس لیے تیار تھا۔ اس کی وجہ سے شکنتا کو بھی بہت حوصلہ ہوا تھا۔ اسکی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شکنتا کبھی سفر پر نکلنے کی جرات نہ کرتی۔ اس کے علاوہ عنبر کی پر اسرار خفیہ طاقت سے بھی واقف ہو چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ پڑ جائے عنبر اسے بچا لے گا۔

وہ ٹیلوں کی وادی سے نکل کر ایک میدان میں آگئے جہاں اونچے اونچے درختوں کے سایہ دار جھنڈ دور تک چلے گئے تھے۔ شکنتا اور عنبر دونوں ہی ان راستوں سے واقف نہیں تھے۔ یہ سارے علاقے ان کے لیے اجنبی تھے۔ شکنتا تو اپنی ریاست سے کبھی باہر نہیں گئی تھی۔ عنبر نے بھی پہلی بار اس علاقے میں قدم رکھا تھا کہ افریقہ کی طرح ہندوستان کے جنگل بھی آدھور وحشیوں اور خونخوار شیر ہاتھی اور چیتوں



سے بھرے ہوئے ہیں۔ آدم خور و خشیوں سے لڑتے لڑتے وہ تنگ آچکا تھا۔ اس نے دل میں سوچ رکھا تھا کہ اب اگر اسے کوئی آدم خور قبیلہ ملا تو وہ اس کی خوب مرمت کرے گا۔

دو پہر ڈھل گئی۔ شام کے سائے میدانوں میں پھیلنے لگے۔ درختوں کے نیچے اندھیرا ہو گیا۔ گدھے بھی تھک گئے تھے۔ شکنتا بھی گدھے کے اوپر بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی۔ اس نے عنبر سے کہا کہ انہیں اب رک کر آرام کرنا چاہتے۔

عنبر نے کہا:

”اگر تمہاری خواہش ہے تو کسی جگہ رات بسر کرنے کو کوئی ٹھکانہ تلاش کرتے ہیں۔“

شکنتا کہنے لگی:

”میں تھک گئی ہوں گدھے پر زندگی میں پہلی بار سواری کر رہی ہوں

۔ اگر ہمیں کہیں سے گھوڑے مل جاتے تو راستہ بھی جلدی طے ہو جاتا اور اتنی تکلیف بھی نہ ہوتی۔“

عنبر بولا:

”شکنتا! بہن گھوڑے یہاں کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ دو تین گدھے ہی مل گئے۔ ورنہ ہمیں یہاں سے پیدل گزرنا پڑتا۔ پھر تم کیا کرتیں؟“

شکنتا نے کہا:

”ہر کام میں خدا کی کوئی بہتری ہوتی ہے۔“ آؤ اب کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جہاں ہم رات بسر کر سکیں۔“

یہ درختوں اور جنگلی جھاڑیوں سے بھرا ہوا جنگل تھا۔ یہاں گرمی اور جس تھا۔ مچھر پیس پیس کر رہے تھے۔ بعض درختوں پر سے نمی ٹپک رہی تھی۔ آخر چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے۔ جہاں اتفاق سے

شکنتا کہنے لگی:

”میں ایسا نہیں کر سکتی غیر بھائی میرا دل بڑا چھوٹا ہے۔“

عنبر بولا:

”بہت اچھا تمہارے گھر پہنچ کر میں تمہارے بابا سے کہوں گا کہ شکنتا

بٹی کو ایک بڑا دل کہیں سے منگوا کر دو۔“

شکنتا ہنس پڑی:

”بھائی تم بہت شریر ہو۔ اچھا اب جاؤ میں ذرا غسل کر لوں۔“

عنبر وہاں سے چلا گیا اور شکنتا چشمے کے کنارے بیٹھ کر نہانے لگی۔

عنبر جنگل میں قریب ہی درختوں کے نیچے گھوم رہا تھا۔ یہاں گرمی کم

تھی اور سائے میں جس کے باوجود ٹھنڈک تھی۔ ایک درخت پر سے

عنبر کو سہکارنے کی آواز آئی اس نے اوپر دیکھا۔ ایک سنہری اور

گیروے رنگ کا سانپ ٹہنی پر لٹک رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر کھاتھا اور

ایک چھوٹا سا چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس چشمے کے کنارے ٹھنڈک تھی۔

عنبر نے کہا:

”یہ جگہ رات بسر کرنے کے لیے اچھی رہے گی۔ کیا خیال ہے؟“

شکنتا نے کہا:

”بڑا اچھا خیال ہے لیکن۔ میں سب سے پہلے نہانا چاہتی ہوں۔“

عنبر بولا:

”اچھی بات ہے تم نہاؤ میں ذرا جنگل کی سیر کرتا ہوں۔“

”بھگوان کے لیے زیادہ دور نہ نکل جانا۔ نہیں تو میں ڈر کے مارے

بے ہوش ہو جاؤں گی۔“

عنبر قہقہہ لگا کر بولا:

”بھئی تم تو ہر وقت بے ہوش ہونے کو تیار رہتی ہو۔ خدا کے لیے کسی

وقت تو ذرا دل نکال لیا کرو۔“

جھول کر عنبر کو اپنی طرف بلایا۔

”پیارے سانپ، ذرا نیچے آ کر میری بات سن جا۔“

وہ حیران رہ گیا کہ سانپ نے عنبر کی آواز سن کر درخت پر سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ عنبر اپنی اس طاقت سے ابھی تک بے خبر تھا کہ اگر وہ کسی جانور سے بات کرے تو وہ اس کی بولی سمجھ جاتا تھا۔ سانپ کے ساتھ خاص طور پر یہ بات تھی کہ وہ عنبر کے کپڑوں اور چہرے کی بو سے ناگ دیوتا کا دوست ہے۔ سانپ سچ مچ نیچے آ کر عنبر کے پاس ہی کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔

عنبر نے قریب جا کر جھک کر کہا:

”بھائی تم اس جنگل میں کب سے ہو؟“

سانپ نے پھنکار ماری عنبر سانپ کی بولی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اگر ناگ ہوتا تو فوراً سمجھ جاتا کہ سانپ نے کیا کہا ہے۔ عنبر نے ہاتھ آگے بڑھا

کر سر پر رکھ دیا اور کہا:

”خوش رہو میرے بھائی، تم نے میری عزت کی ہے کہ میرے ایک اشارے پر درخت پر نیچے اتر آئے ہو۔ مگر دوست مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری بولی نہیں جانتا۔ نہیں تو تمہارے ساتھ یہاں بیٹھ کر ضرور کچھ باتیں کرتا۔“

سانپ نے پھر پھنکاری ماری۔ اس نے عنبر سے کچھ کہا تھا جسے وہ نہ سمجھ سکا۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ ایک موڑ گھوم کر وہ سامنے آیا تو اس نے ایک ایسا تماشا دیکھا کہ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیا دیکھتا ہے کہ ایک نورانی چہرے والا شخص لیٹا ہوا ہے اور ایک سانپ نے پھن پھیلا کر ان پر سایہ کر رکھا ہے۔ عنبر درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے پاؤں کے کھڑاک سے اس نورانی صورت والے بزرگ کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑا اسے سوئے ہوئے



اور اس بزرگ کے پاس آ کر رک گیا۔ سانپ شیر کو قریب آتے دیکھ کر ذرا پرے ہو کر بیٹھ گیا۔ شیر نے دونوں اگلی ٹانگیں زمین کے ساتھ جوڑ کر بزرگ کو سلام کیا اور پھر ان کے پاؤں کی طرف آ کر زمین پر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ اور وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ غبر تیز تیز قدم اٹھاتا اس طرف آ گیا جدھر وہ شکنٹا کو چھوڑ گیا تھا۔

چشمے پر کوئی نہیں تھا شکنٹا غائب تھی۔ اس نے سوچا کی شاید کسی جھاڑی کی اوٹ میں کپڑے بدل رہی ہو۔ وہ انتظار کرنے لگا کوئی بھی نہ آیا۔ اس نے شکنٹا کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

”شکنٹا بہن، شکنٹا بہن تم کہاں ہو؟“

اس کی کسی آواز کو جواب نہ آیا غبر پریشان ہو گیا کہ یا خدا شکنٹا کہاں گم گئی؟ وہ کہاں چلی گئی؟ اس جنگل سے تو وہ بالکل ہی ناواقف ہے۔ وہ اکیلی ایک قدم اٹھائے ہوئے ڈرتی ہے پھر وہ کس طرف کونکل گئی

اور سانپ کو اپنے پھن کا سایہ کیے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس نے دل میں سوچا کہ یہ کوئی بہت بڑا سادھو یا درویش ہے جو شہر کو چھوڑا کر خدا کی عبادت کرنے جنگل میں آ گیا ہے۔

ایک مدت کے بعد کسی بزرگ صورت درویش کو دیکھ رہا تھا۔ درویش کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی۔ تن پر صرف ایک ہی زرد رنگ کا چولا تھا۔ وہ گہری نیند میں سو رہا تھا اور سانپ اپنا پھن پھیلائے اسی جگہ سایہ کیے ہوئے تھا۔ غبر نے سوچا کہ چپکے سے واپس چلا جائے۔ کیونکہ وہ

بزرگ کو جگانا نہیں چاہتا تھا؛ حالانکہ اسے اپنی بہن کی وجہ سے کافی پریشانی تھی اور وہ اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ غبر وہاں سے چلنے ہی والا تھا کہ اچانک ایک طرف جنگل میں دھاریوں والا اور اونچا لمبا شیر نمودار ہوا۔ غبر اسی جگہ کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

شیر درختوں کے پیچھے سے بڑے آرام کے ساتھ قدم قدم چل کر نکلا۔

عنبر نے بڑی تیزی سے شکنتا کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اس نے ارد گرد کے سارے جنگل کی ایک ایک جھاڑی کے پاس جا کر شکنتا کو پکارا۔ جنگل کا چپہ چپہ چھان مارا مگر کہیں نظر نہ آئی۔ اب تو عنبر کو بڑی پریشانی ہوئی۔ وہ اسی جگہ تھک ہار کر واپس آ گیا یہاں اس نے شکنتا کو چھوڑا تھا۔

وہ خاموشی سے چشمے کے کنارے گھاس پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ تینوں گدھے اپنی جگہ پر بندھے ہوئے تھے۔ انہیں کسی نے اپنی جگہ سے نہیں چھیڑا تھا۔ وہ زمین کو غور سے دیکھنے لگا گھاس پر کسی کے قدموں کے نشان نہیں تھے۔ اس نے جھک کر دیکھا۔ ایک جگہ سے گھاس دبلی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے کوئی شخص وہاں آیا ہے۔ اس جگہ پر پاؤں کے نشان کدھر سے آئے رہیں اور کہاں جاتے ہیں وہ جلدی سے اٹھ کر جنگل میں اس اس جگہ گیا جہاں پہلے اس نے ایک بزرگ کو درخت

کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ جگہ جہاں درویش سو رہا تھا خالی تھی۔ نہ وہاں شیر تھا اور نہ وہ سانپ جس نے بزرگ کے سر پر اپنا سایہ کر رکھا تھا۔ اب تو عنبر اور زیادہ پریشان ہو گیا کہ یہ چکر کیا ہے۔ کہیں اس درویش نے تو شکنتا کو اغوا نہیں کر لیا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ درویش کی صورت تو بڑی نورانی تھی اور پھر جو لوگ جنگلوں میں خدا کی عبادت کرتے ہیں یہ سب باتیں عنبر کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔

عنبر نہیں جانتا تھا کہ شکنتا کہ ساتھ کیا ہوا ہے۔ جس وقت عنبر اسے چشمے شکنتا کو چھوڑ کر خود جنگل کی سیر کرنے کے لیے نکلا تو شکنتا نے بڑے آرام اور سکون کے ساتھ چشمے کے ٹھنڈے پانی میں غسل کیا۔ اپنے بال دھوئے اور پھر خشک کر کے لباس پہن لیا۔ وہ چشمے کے کنارے بیٹھی بالوں میں لکڑی کی کنگھی کر

جنگلی نے شکنتا کو جھونپڑے کے اندگھاس پر ڈال دیا اور اس کے منہ پر کپڑا باندھ دیا تاکہ وہ ہوش میں آ کر آواز نہ نکال سکے۔ وہ خود جھونپڑے میں اس کے پاس ہی گھاس پر بیٹھ گیا اور پتھر پر کوئی ڈال کر اسے پتھر سے رگڑنے لگا۔

جنگلی نے پسپائی ہوئی بوٹی کا لپ انگلی پر سے اٹھا کر شکنتا کے ماتھے پر لگا دیا۔ اس دوائی کا ماتھے پر لگنا تھا کہ اس کی تیز مہک سے شکنتا کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے اسی خوف ناک چہرے والے جنگلی کو دیکھ کر شکنتا نے روز سے چیخ ماری اور پھر بے ہوش ہو گئی۔ اس کی چیخ کی آواز گلے میں ہی دب کر رہ گئی۔ کیوں کہ جنگلی نے اس کے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔ اگر اس کے منہ پر کپڑا نہ ہوتا تو اس کی چیخ کی آواز جنگل میں گونجتے ہوئے غمیر تک ضرور پہنچ جاتی اور وہ شکنتا کو ڈھونڈ نکالتا۔

رہی تھی کہ اچانک کسی نے پیچھے سے آ کر اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ شکنتا کا دم گھٹنے لگا۔ وہ تڑپ کر مچلی اور اس نے اجنبی کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کی مگر اس عرصے میں اس کا دماغ چکرانا شروع ہو گیا تھا اور رہ بے ہوش ہو گئی۔

اس نے بے ہوش ہوتے ایک جنگلی کی خوف ناک شکل دیکھی۔ اس کے سر پر بکری کے سینگ لگے تھے۔ اور جسم پر شیر کی کھال تھی۔ ڈر کے مارے شکنتا اسی وقت بے ہوش ہو گئی۔ جنگلی نے اسے کندھے پر ڈالا اور درخت پر چڑھ گیا۔

وہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر سے ہوتا ہوا جنگل میں سفر کرنے لگا۔ درختوں درختوں پر چلتا۔ ایک ایک ٹہنی کو پھلانگتا وہ جنگلی آخر ایک درخت کے اوپر گھنی شاخوں میں ایک جھونپڑا سا بنا ہوا تھا۔ یہ جھونپڑا بانس کے ڈنڈے جوڑ کر بنایا گیا تھا۔



تھے۔ جنگلی ان کے قریب سے ہو کر گزر گیا۔ کسی نے اس کی طرف نہ دیکھا وہ ایک جھونپڑے سے اندر چلا گیا۔ یہ جھونپڑا دوسرے جھونپڑوں سے زیادہ بڑا صاف ستھرا تھا۔

شکنتا بے ہوش ہو چکی تھی۔ جنگلی نے ناریل کی چھال کی بنی ہوئی دیواریں سے اتاری۔ شکنتا کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر جھونپڑی کے ایک ڈنڈے سے خوب کس کر باندھا اور خود جھونپڑی سے باہر آ گیا۔ اس وقت شام کا اندھیرا ہر طرف پھیل گیا تھا۔ جنگلی کے لیے جنگل کا اندھیرا اور روشنی ایک باہر تھی۔ اسے اندھیرے میں بھی جنگل کی ہر شے صاف دکھائی دیتی تھی وہ درخت پر سے چھلانگ لگا کر دوسرے درخت پر آ گیا۔

وہاں سے وہ نیچے اتر آیا اور اس نے ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں سوائے ایک نیزے کے اوپر کچھ نہیں تھا۔ بھاگتے بھاگتے اسے رات ہو گئی۔ وہ ایک ایسی جگہ پر آ گیا جہاں بہت سی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں درمیان میں آگ روشن تھی اور بہت سے جنگلی اس کے گرد بیٹھے ہاتھی کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے

”کیا خبر لائے ہو؟“

جنگلی نے کہا: ”میری بکری مجھے واپس دے دوسر دار۔ میں تمہارے لیے ایک خادمہ تلاش کر کے لے آیا ہوں۔“

سردار نے پوچھا:

”تم اسے کہاں سے لائے ہو؟“

جنگلی نے کہا:

”سردار اسے جنگل میں سے اٹھا کر لایا ہوں۔ وہ بہت خوب صورت ہے اور کسی راجہ کی بیوی لگتی ہے۔“

سردار نے کہا:

”تو پھر صبح اسے لا کر پیش کرو۔“

جنگلی نے پوچھا:

”اور میری بکری سردار؟“

آدم خور سردار

جنگلی جھونپڑے میں آکر جھک گیا۔

اس کے سامنے کے بیچ میں صندوق کے ایک تخت پر اس قبیلے کا سردار

آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر شیر کی ہڈیوں کا تاج تھا اور

گلے میں موٹے موٹے لال منکوں کی لائیں لٹک رہی تھیں۔ اس نے

جسم کی کھال ڈال رکھی تھی اور تاج میں مور کے بڑے بڑے پنکھ لگے

تھے۔ اس کی آنکھیں لال تھیں۔ رنگ کالا سیاہ تھا اور موٹا پیٹ باہر کو

نکلا ہوا تھا۔ جنگلی نے جھک کر سلام کیا تو سردار نے چہرہ اوپر اٹھا کر

اسے دیکھا۔

سردار بولا:

وہ تمہیں صبح مل جائے گی۔ لیکن خبردار! اگر پھر تم کبھی اس طرف اپنی بکری کو لے آئے۔“

جنگلی نے سر جھکا کر کہا:

”سردار! میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ بکری پال کر اس کا دودھ پی کر گزارہ کرتا ہوں۔ یا کبھی کبھی ادھر سے کوئی مسافر گزرتا ہے تو اسے بھون کر کھا جاتا ہوں۔ میں پھر کبھی اپنی بکری لے کر ادھر نہیں آؤں گا اگر تم نے میری بکری نہ پکڑ رکھی ہوتی تو میں اس عورت کو بھی بھون کر کھا جاتا۔“

سردار نے پوچھا:

”کیا یہ عورت اکیلی سفر کر رہی تھی؟“

جنگلی بولا:

”ہاں سردار! بالکل اکیلی سفر کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ صرف تین گدھے وہاں بندھے ہوئے تھے میرا خیال ہے کہ یہ کسی دریا والے گاؤں سے آئی ہے اور ساتھ والے گاؤں میں جا رہی ہوگی کہ شام ہوگئی اور اس نے وہاں رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔“

سردار نے کہا:

”تم نے سخت غلطی کی جو گدھوں کو وہاں چھوڑ کر آ گئے۔ تمہیں چاہیے تھا کہ گدھوں کو بھی ساتھ ہی لاتے۔ اگر تم جا کر گدھوں کو لے آؤ میں تمہیں ایک اور بکری انعام میں دوں گا۔“

”یہ کون سی مشکل بات ہے سردار! میں جا کر تینوں گدھے اٹھا لاتا ہوں کیا مجھے ایک بکری اور مل جائے گی ناں؟“

سردار نے کڑک کر کہا:

”بد بخت! ہم جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ اگر تم تینوں



اب ذرا عنبر کی بھی سنیں۔

اگر وہ اپنی جگہ پر سویا رہتا یا بیٹھا رہتا تو اسے شکنتا کا سراغ مل سکتا تھا مگر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے ذرا فاصلے پر سے ایک آواز سی آئی۔ یہ آواز بالکل ایسے تھی جیسے کوئی عورت بیٹھی رو رہی ہے۔ عنبر اپنی جگہ سے اٹھا اور جدھر سے آواز آرہی تھی اس طرف کوچل پڑا جنگل میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی طرف طرف کوچل پڑا۔ مگر نہ بھی جنگل کے اندھیروں کا عادی ہو گیا تھا وہ تو دو ہزار برس سے ان جنگلوں کی خاک چھانتا چلا آ رہا تھا۔

عورت کے رونے کی آواز دور سے آرہی تھی۔ عنبر آواز کا پیچھا کرتا جنگل میں کافی دور نکل گیا۔ ادھر جنگلی وہاں پہنچ چکا تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے عنبر لیٹا ہوا تھا جنگلی نے دیکھا کہ چشمے کے کنارے کوئی انسان نہیں ہے۔ تینوں گدھے اسی طرح بندھے ہوئے ہیں جنگلی نے

گدھے لاکر ہمیں آج رات ہی دے دو گے تو ہم صبح تمہیں دو بکریاں دیں گے۔ ایک تمہاری بکری اور دوسری ہماری طرف سے انعام والی بکری۔ اب تم جاؤ اور جا کر گدھوں کو لے آؤ۔“ جنگلی بولا:

”ابھی جاتا ہوں سردار۔“

یہ کہہ کر جنگلی بھاگتا ہوا جنگل میں سے واپس چل پڑا۔

وہ انہی راستوں پر جا رہا تھا جہاں سے وہ آیا تھا۔ اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا۔ لیکن جنگلی یوں بھاگا چلا جا رہا تھا۔ جیسے اسے جنگل کی ہر شے صاف دکھائی دے رہی ہو اور یہ سچ مچ بھی تھا۔ اس جنگلی کے لیے رات اور دن ایک برابر تھے۔ جنگل میں رہتے رہتے وہ جنگل کے اندھیرے اجالے کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا اس طرف آ رہا تھا جہاں سے اس نے شکنتا کو اٹھایا تھا۔

عنبر سر کو جھکائے ایک افسوس اور پریشانی کے ساتھ واپس چل پڑا۔ وہ بڑا حیران ہو رہا تھا کہ یہ بیٹھے بٹھائے اسے کیا مصیبت پڑ گئی کہ شکنتلا ایک دم غائب ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے زمین کھا گئی یا جنگل کے درختوں نے اسے اپنے اندر نگل لیا۔ جنگل میں سے گزرتے گزرتے عنبر جب چشمے پر پہنچا تو دھک سے رہ گیا۔

تینوں گدھے غائب تھے۔

ارے؟ یہ گدھے کدھر چلے گئے؟ وہ خود جا ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ رسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ عنبر نے لپک کر کھوٹوں کو دیکھا، صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کسی نے رسی کو کھولا ہے اور گدھوں کو ہانکتا ہوا لے گیا ہے تو گویا اسی جنگل میں کچھ لوگ ایسا ہیں جوڈاکو ہیں چور ہیں راہ چلتوں کو لوٹنا اور انہیں اغوا کرنا ان کا کام ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گدھوں کو چرایا ہے۔

گدھوں اسی طرح بندھے ہوئے ہیں۔ جنگلی نے گدھوں کو کھولا اور انہیں ہنکاتا ہوا اپنے ساتھ لگا کر وہاں سے واپس چل دیا۔

عنبر نے کان لگا کر سنا کہ رونے کی آواز ایک جھاڑی کے پیچھے سے آرہی تھی۔ عنبر نے جھک کر آواز دی:

”کون ہے یہاں؟ جو کوئی بھی ہے باہر آئے۔“

عورت کے رونے کی آواز پھر بھی آتی رہی کسی نے اس کا سوال جواب نہ دیا۔ دو تین بار پکارنے کے بعد عنبر نے آگے بڑھ کر جھاڑیوں کو ایک طرف ہٹایا تو ایک زرد آنکھوں والی بلی میاؤں میاؤں کرتی رہی تھی۔ اس کے رونے کی آواز بالکل عورت کے رونے کی آواز سے ملتی تھی۔

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کر زور سے ادھر دے مارا جدھر کو بلی بھاگی تھی۔

مگر بلی جنگل کے اندھیرے میں گم ہو چکی تھی۔

جنگل کے پیچھے سے آیا ہوگا۔ جنگل کے آگے وہ بڑی دور تک گھوم آیا اور اسے وہاں سوائے اس درویش کے کوئی انسان دکھائی نہیں آیا تھا۔ چلتے چلتے غبر چاروں طرف بڑے غور سے ایک ایک شے کو دیکھ رہا تھا درختوں پر اندھیر اور خاموشی تھی۔ سب پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں آرام کر رہے تھے۔ درختوں کی شاخوں میں کوئی شے نظر نہیں

آ رہی تھی۔ غبر جھاڑیوں میں سے بڑی مشکل سے راہ بناتا چلا جا رہا تھا اس نے محسوس کیا کہ وہ اس پگ ڈنڈی پر چل رہا ہے جس پر سے گزر کر وہ اور شکنتا سفر کر رہے تھے۔ ادھر دور دور تک کسی آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر وہ کدھر چل کر شکنتا کو تلاش کرے غبر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

اسے یوں محسوس ہوا جیسے درخت میں کوئی لمبے لمبے سانس لے رہا ہے اس نے اوپر ا نگاہ اٹھائی۔ شاخوں میں ایک زرد آنکھوں والا الو اسے

غبر کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ اس جنگل میں چوروں اور ٹھگوں کا کوئی قبیلہ موجود ہے جن کے پاس اسکی بہن شکنتا بھی ہے اور گدھے بھی ہیں۔ تو گویا جنگل میں اس چوروں کے گروہ تلاش کرنا چاہتے۔ شکنتا ان کے پاس مل جائے گی۔ مگر یہ کام رات کو نہیں ہو سکتا تھا کیوں کہ ڈاکو راتوں کو جنگل میں چھپ جاتے ہیں۔

اندھیرے میں ان کا کھوج لگانا کوئی آسان کام نہیں۔ جب کہ دن کے اجالے میں ان کا کچھ نہ کچھ سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ غبر صبح کی امید لے کر سو گیا۔

نیند اسے دیر بعد آئی۔ صبح سویرے ہی اسکی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اٹھ کر چشمے پر منہ ہاتھ دھویا۔ خدا کو یاد کر کے شکنتا کی خیریت اور واپسی کی دعا مانگی اور جنگل میں ایک طرف چلنے لگا۔ وہ ایک خاص حساب کے مطابق چلا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ چور یا ڈاکو جو کوئی بھی ہے وہ





زبان میں اسے کہا:

”پاگل عورت، تو اب میرے قبضے میں ہے۔ میں تجھے سردار کی خدمت میں پیش کر کے سردار اسے اپنی بکری لوں گا۔ مجھے اپنی بکری سے بڑا پیار ہے۔ جب سے وہ گئی ہے میں بہت ادا اس ہوں سردار کے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ وہ آدم خور ہیں۔ ان کے ڈر کے مارے میں درخت کے اوپر جھونپڑا بنا کر رہتا ہوں۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہتے مگر میری بکریوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ وہ ان کا دودھ پیتے ہیں۔ وہ اس سے پہلے بھی میری چار بکریاں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ یہ آخری بکری رہ گئی تھی اسے بھی اٹھا کر لے گئے۔ اب میں تمہیں پیش کر کے سردار سے اپنی بکری واپس لے لوں گا۔“

جنگلی زور زور سے ہنسنے لگا۔ اس کی ہنسی کی آواز سن کر درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے اڑ گئے۔ شکنتا نے روتے ہوئے جنگلی سے ایک بار

اس نے جھولا کھول کر دیکھا تو اس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں سردار بہت خوش ہوا۔ جنگلی سردار کو گدھے دے کر واپس اپنے جھونپڑے میں چلا گیا۔ جنگلی نے آگے بڑھ کر شکنتا کے منہ سے کپڑا ہٹا دیا کپڑا جو اسے شکنتا کے اوپر دیا ہوا تھا۔ کپڑا ہٹتے ہی شکنتا نے سناٹے کا سانس لیا۔

شکنتا نے جنگلی سے کہا۔

”بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ تم مجھے اٹھا کر یہاں کیوں لے آئے ہو؟“

جنگلی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس کی بولی بالکل نہیں سمجھتا تھا۔

شکنتا نے پھر کہا:

”بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔“

جنگلی نے جھکے جھکے، شکنتا کو دیکھتے دیکھتے ہنسنا شروع کر دیا اور اپنی

بے چارے کو بڑی پریشانی ہوگی۔ وہ خدا جانے اسے جنگل میں کہاں کہاں ڈھونڈتا پھر رہا ہوگا۔

اتنے میں صبح کی ہلکی ہلکی روشنی جھونپڑے میں آنے لگی۔ درختوں پر سوئے ہوئے پرندے جاگ پڑے اور چہچہانے لگے۔ جنگلی نے اٹھ کر شکنتلا کو کھول کر اٹھایا۔ اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور درختوں پر سے ہوتا ہوا اس طرف چل پڑا جدھر آدم خور سردار کا جھونپڑا تھا۔

پھر التجا کی کہ وہ اسے معاف کر دے۔ اسے آواز کر دے۔ شکنتلا کی بات جنگلی کی سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی تھی۔ اس نے شکنتلا سے کہا: ”تو سردار کے پاس اس کی نو کرنی بن کر رہے گی۔ وہ تجھے کھانے کے لیے انسانوں، مگر مچھوں اور ہاتھی کا گوشت دے گا۔ وہ تیرے بچے پالے گا۔ اور کیا چاہیے۔ تو وہاں راج کرے گی۔“ جنگلی بنستار ہا اور پھر وہاں ایک جگہ گھاس پر پڑ کر سو گیا اور ریچھ کی طرح خراٹے لینے لگا۔

شکنتلا بے چاری کا برا حال ہو رہا تھا اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وہ خود بانس کے ایک ڈنڈے کے ساتھ جکڑی ہوئی تھی۔ وہ صرف تھوڑا سا بل سکتی تھی۔ وہ غمزہ کو یاد کر کے رونے لگی کہ وہ اس کے لیے کس قدر پریشان نہیں ہوگا۔ جب وہ دیکھے گا کہ شکنتلا غائب ہے تو



جنگلی نے کہا:

”سردار میری اس محنت کا صلہ دو بکریاں دے دو۔“

سردار نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جنگلی کو فوراً دو بکریاں دے کر رخصت کیا جائے۔

جنگلی خوش خوش بکریاں لے کر جنگل میں واپس اپنے جھونپڑے کی

طرف چل پڑا وہ درختوں اور جھاڑیوں میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک

اسے اپنے سامنے ایک انسان آتا دکھائی دیا۔ یہ عنبر تھا۔ عنبر نے بھی

ایک جنگلی کو دیکھا کہ بکریاں ساتھ لئے چلا آ رہا ہے۔

اس نے سوچا کہ یہ کوئی گڈ ریا اور جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا ہے

قریب آ کر اس نے جنگلی سے چیزیں کی زبان میں پوچھا:

”کیا تم اس جنگل میں رہتے ہو؟“

جنگلی نے اس کی زبان نہیں سمجھی تھی۔ وہ ہنس پڑا اور اپنی زبان میں بولا

خونی ہاتھی

عنبر نے صبح اٹھ کر پھر شکنتلا کی تلاش شروع کر دی۔

دوسری طرف جنگلی شکنتلا کو لے کر منہ اندھیرے ہی سردار کے پاس

پہنچ گیا۔ سردار نے شکنتلا کو دیکھا تو بہت خوش ہوا کہ نو جوان خوب

صورت لڑکی اسے خادمہ مل گئی ہے جو اس کی خدمت کرے گی۔ اس

کے بچے پالے گی اور اس کے لیے کھانا پکایا کرے گی۔ اس نے جنگلی

کو شاباش دی کہ اس نے سردار کی خدمت میں بڑے عمدہ قسم کے تین

گدھے اور ایک تندرست لڑکی پیش کی۔

نے ابھی ابھی سردار کے ہاں چھوڑا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ شخص اس جنگل میں ایسی جگہ جائے جہاں شیر رہتے ہیں؛ چنانچہ اس نے عنبر سے کہا:

”یہاں سے بانئیں جانب ایک پہاڑی ہے جس کی کھوہ میں ایک عورت رہتی ہے۔ اگر اس کے پاس جاؤ تو وہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں بتا سکتی ہے کہ تمہاری بہن کہاں ہے۔“

”بہت اچھا بھائی“ میں جا کر اس عورت سے پوچھتا ہوں۔“

جنگلی بکریاں لے کر آگے چل دیا۔ عنبر جنگل میں بانئیں طرف والے پہاڑ کی طرف گھوم گیا۔ اسے خیال آیا کہ وہ سلامبو کی لاش سے کیوں نہ مدد حاصل کرے؟ اس نے اسی وقت سلامبو کا خیال دل میں لا کر آواز دی۔ آواز دینے کی دیر تھی کہ سلامبو کی لاش اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

”تم کون احمق ہو جو اس خونی جنگل میں یوں گھوم رہے ہو؟“  
عنبر فوراً جنگلی کی زبان سمجھ سکتا ہے لیکن جب عنبر نے اس کے سوال کا جواب دیا کہ وہ اپنی بہن کی تلاش میں ہے جو اس جنگل میں کھو گئی ہے تو جنگلی بڑا حیران ہوا۔ اس نے کہا:

”تمہیں ہماری جنگلی زبان کیسے آگئی؟“  
عنبر نے کہا:

”میں اس ملک کے سارے قبیلوں کی زبانیں جانتا ہوں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ کہیں کوئی دیلی پتلی نو جوان لڑکی کو تم نے دیکھا ہو؟“  
”جنگلی مکاری سے بولا:

”نہیں“ میں نے یہاں کبھی کسی عورت کو نہیں دیکھا میرے پاس صرف یہ دو بکریاں ہیں۔ انہی سے خوراک حاصل کرتا ہوں۔“

جنگلی دل میں سمجھ گیا کہ یہ شخص اس عورت کا بھائی وغیرہ ہے۔ جسے اس

”کیا بات عنبر تم نے مجھے کس لیے یاد کیا؟“

عنبر نے کہا:

”میں اپنی بہن شکنتا کے ساتھ اس جنگل میں سفر کر رہا تھا۔ ہمیں

رات ہو گئی۔ ہم سو گئے۔ صبح شکنتا چشمے پر نہا رہی تھی۔ میں جنگل کی

سیر کر رہا تھا۔ واپس آیا تو شکنتا غائب تھی۔ ایک دن اور رات گز گئی

ہے مجھے اپنی بہن کا کچھ پتہ نہیں۔ خدا کے لیے میری پریشانی دور کرو

اور مجھے بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہوگی؟“

سلامبو کی لاش نے ٹھنڈے سپاٹ لہجے میں کہا:

”عنبر تو بڑا نادان ہے۔ کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میں تمہارے

لیے پہاڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر سکتی ہوں۔ بادشاہوں کے محل زمین سے

اکھاڑ کر پھینک سکتی ہوں مگر کسی چھپی ہوئی شے کے بارے میں بالکل

نہیں بتا سکتی۔ میں آنے والے زمانے اور چھپے ہوئے زمانے میں

جھانک کر نہیں دیکھ سکتی۔ اگر تم کہو تو میں اس پورے جنگل میں آگ لگا

سکتی ہوں۔ شیر سے لڑ سکتی ہوں۔ مگر تمہیں یہ نہیں بتا سکتی کہ شکنتا اس

وقت کہاں ہے۔“

عنبر نے ادا اس ہو کر کہا:

”پھر تمہیں بلانے سے کیا فائدہ ہوا سلامبو؟“

سلامبو بولی:

”مجھے افسوس ہے ہے بھائی کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔“

عنبر نے کہا:

”یہاں ایک گھنے درخت کے نیچے ایک درویش سو رہا تھا اس کے سر پر

ایک سانپ نے اپنے پھن کا لٹاپ کر رکھا تھا۔ ایک شیر اس کے پاس

بیٹھا تھا۔ جب سے شکنتا غائب ہوئی ہے وہ درویش بھی غائب ہے۔

کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ درویش کون تھا؟ کیا شکنتا کے غائب ہونے



میں اس کا ہاتھ تو نہیں ہے؟“

سلامبو کہنے لگی:

عنبر، میں تمہیں یہ بھی نہیں بتا سکتی۔ مجھے خود معلوم نہیں ہے کہ وہ درویش کون تھا۔ میں گزر رہے ہوئے زمانے کو بالکل نہیں دیکھ سکتی۔ گزرا ہوا زمانہ میرے لیے ایک پردہ ہے۔ ایک دیوار ہے۔ جس کے پار میں ایک لمحے کے لیے بھی دیکھ سکتی۔ میں صرف وہی شے دیکھتی ہوں جو گزر رہی ہے۔ میں مجبور ہوں۔ میں طاقتور ہوں۔ اتنی زیادہ طاقت رکھتی ہوں کہ اس گھنے درخت کو چاہوں تو ابھی جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دوں۔ مگر تمہیں یہ نہیں بتا سکتی کہ کل کیا ہونے والا اور جو گزر گیا ہے وہ کہاں ہے؟“

عنبر نے کہا:

”پھر میں نہیں تمہیں یوں ہی تکلیف دی سلامبو، تم اگر چاہو تو جاسکتی

ہو۔“

سلامبو بولی:

”مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکی عنبر، لیکن تم نے اتفاق سے مجھ سے وہ شے مانگی ہے جو میں تمہیں نہیں دے سکتی۔ خدا حافظ۔“

سلامبو کی لاش درختوں میں غائب ہو گئی۔ عنبر اکیلا رہ گیا۔

اس کے لیے اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ جنگلی کی بتائی ہوئی عورت کے پاس جا کر شکنتلا کے بارے میں پوچھے۔ اسے معلوم تھا کہ جنگلوں میں ایسی عورتیں رہا کرتی ہیں جو جادو کے زور سے بتا دیتی ہیں کہ فلاں شخص کس جگہ ہے اور اس کے ساتھ کی سلوک ہو رہا ہے۔ عنبر پہاڑ کے نیچے پہنچ گیا۔ جنگلی نے جیسا بتایا تھا وہاں ایک کھوہ موجود تھی۔ عنبر نے سوچا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں جادوگر عورت

دروازے پر ہی عنبر کو دبوچ لیا عنبر شیر کے دھکے سے زمین پر گر پڑا۔

شیر نے عنبر کے اٹھتے اٹھتے ہی ایک بڑ زور کا تھپڑ اس کے منہ پر مار دیا

شیر کے خیال میں اس تھپڑ کے بعد کا ایک طرف کا پورے کا پوڑا جبراً

ڑ جانا چاہیے تھا، مگر ایسا نہ ہوا بلکہ الٹا یہ ہوا کہ شیر کو یوں لگا جیسے اس نے

کسی سخت پتھر پر زور سے ہاتھ مار دیا ہو۔

شیر نے جھنجھلا کر دوباراً عنبر پر حملہ کیا۔ عنبر اس وقت تک زمین سے اٹھ

چکا تھا۔ اس دفعہ شیر نے ایک بار پھر پوری طاقت کے ساتھ عنبر کے سر

پر پنچہ مارا۔ شیر تڑپ کر دور جا گرا کیونکہ اس کا پنچہ سخت زخمی ہو کر

درد کرتے لگا تھا۔ شیر بڑا پریشان ہو گیا۔ اس قسم کے انسان سے اس

کبھی پالا نہیں پڑا تھا

عنبر نے آگے بڑھ کر شیر کی گردن کو دبوچ لیا۔ وہ پوری طاقت سے شیر

کی گردن کو دبوچ لیا۔ وہ پوری طاقت سے شیر کی گردن کو دبانے لگا۔

رہتی ہے۔ اس نے کھوہ کو باہر سے اچھی طرح سے دیکھا اور پھر اس

کے اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا اور تنگ سا غار تھا۔

غار میں چھت پر سے پانی رس رہا تھا۔ عنبر نے پاؤں آگے دکھاتے ہوئے

دو پتھر لڑھک گئے۔ پتھروں کے لڑھکے سے آواز پیدا ہوئی۔ اس آواز

کے ساتھ ہی اچانک کھوہ میں شیر کی غضبناک دھاڑ گونجی۔ عنبر اپنی جگہ

پر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ تو کیا جنگلی نے اس کے ساتھ فریب کیا تھا؟

شیر کی دھاڑ ایک بار پھر سنائی دی شیر نے انسان کی موجودگی کو محسوس

کر لیا تھا اور بھوکا ہونے کی وجہ سے عنبر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ غار میں سے نکل جانا چاہیے، وہ تیزی سے مڑا اور

واپس بھاگنے لگا۔ شیر نے اپنے سامنے انسان کو بھاگتے دیکھا تو وہ

بھی بھاگنے لگا۔ وہ اپنی تیزی سے آگے کو دوڑا کہ اس نے غار کے

شیر نے بے تحاشا عنبر کے جسم پر پنچے مارنے شروع کر دیے۔ شیر کے لمبے لمبے تیز ناخن عنبر کے جسم پر پھسل رہے تھے۔ جیسے کسی سنگ مرمر کی سل پر سے پھسل رہے ہوں۔ عنبر کے جسم میں شیر کا کوئی بھی ناخن چبھ نہیں رہا تھا۔ شیر کو یوں لگا جیسے وہ کسی پہاڑ سے لیٹا ہوا ہے۔ دوسری طرف عنبر کے سخت پنچے شیر کی گردن میں چلے جا رہے تھے۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا شیر کی آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں۔ عنبر نے شیر کو نیچے گرا لیا۔ شیر نیچے گر پڑا۔ عنبر بھی اس کے اوپر گر پڑا۔ اس نے شیر کی گردن سے اپنے سخت پنچے نہ ہٹائے۔ شیر کے گلے سے خرخر کی آوازیں نکلنے لگیں۔ آخر وہ بے سدھا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ گر پڑے۔ اور شیر مر گیا۔

عنبر نے شیر کو مردہ چھوڑ دیا۔ واپس جنگل میں اس جگہ آ گیا جہاں اسے جنگلی ملا تھا۔ وہ اس جنگلی کی بھی اچھی طرح سے خبر لینا چاہتا تھا جس

نے اسے دھوکے سے شیر سے ہلاک کروانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہاں جنگلی کہیں بھی نہیں تھا۔ عنبر نے اس کے خیال کو چھوڑ کر شکنتلا کی تلاش شروع کر دی وہ اس طرف نکل گیا۔ جدھر ایک گدلے رنگ کے پانی والی چھوٹی سی ندی بہتی تھی۔ یہ ندی پہاڑوں کے اوپر سے آتی تھی اور جنگل میں سے ہو کر آگے دریا سے جا ملتی تھی۔ عنبر کچھ دور اس ندی کے کنارے کنارے چلتا چلا گیا۔ اسے خیال آیا کہ وہ تو بے مقصد گھوم رہا ہے۔ اسے ذرا سا بھی اشارہ معلوم نہیں کہ شکنتلا کس طرف کو گئی ہے۔ اس طرح تو وہ چلتا چلتا خدا جانے کہاں پہنچ جائے گا اسے ان لوگوں کا خیال آیا جن کے پاس وہ دونوں مہمان رہے تھے اور جنہوں نے اسے گدھے دیے تھے۔

مگر ان لوگوں کا قبیلہ وہاں سے بہت دور تھا۔ وہ پیدل وہاں تک بہت دیر میں پہنچتا۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ عنبر ندی کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا



اور اپنی بہن ماریا اور ناگ کو یاد کرنے لگا۔

اگر وہ لوگ بھی اس وقت اس کے ساتھ ہوتے تو کم از کم اسے کچھ مشورہ ہی دیتے۔ عنبر ان سے کچھ صلاح مشورہ ہی کر لیتا۔ اگر ماریا اس کے ساتھ ہوتی تو شکنتلا کو کوئی شخص بھی اغوا کر کے نہیں لے جاسکتا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے کس طرف کوچ کر شکنتلا کو ڈھونڈا جائے۔

عنبر شکنتلا کو اکیلی چھوڑ کر وہاں سے جا بھی نہیں سکتا تھا۔

عنبر نے اسے قول دیا تھا کہ وہ اسے اس کے گھر پہنچا کر ہی دم لے گا اور عنبر قول کا بڑا اپکا تھا۔ وہ جس سے جو وعدہ کرتا اسے ہمیشہ پورا کرتا تھا کچھ دیر ندی کنارے بیٹھنے کے بعد وہ آگے چل پڑا۔

ندی آگے چل کر جنگل کے گھن میں گھوم گئی تھی۔ یہاں اسے یوں اپنے پیچھے ایک طرف کچھ ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کوئی جانور جھاڑیوں

میں سے گزرتا آگے بڑھ رہا ہو۔ عنبر رک گیا۔ وہ پلٹ کر جنگل میں دیکھنے لگا اس کا خیال درست تھا۔ اچانک سامنے سے ایک بہت بڑا پہاڑ ایسا ہاتھی درختوں میں سے باہر نکلا وہ کان ہلاتا، سونڈ لہراتا، ندی کی طرف چلا آ رہا تھا۔ شاید وہ پانی پینے چلا آ رہا تھا۔ عنبر خواہ مخواہ ایک اور جنگلی جانور سے لڑائی مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ درختوں کی آڑ میں کھڑا تھا۔ ہاتھی جھومتا جھومتا ندی پر آیا اور اپنی سونڈ سے پانی پینے لگا۔ پانی پانی کروہ ندی میں اتر گیا اور سونڈ میں پانی بھر کر اپنے اوپر ڈالنے لگا۔ وہ غسل کر رہا تھا۔ عنبر درخت کے پیچھے کھڑا چپ چاپ یہ تماشا دیکھتا رہا۔ ایک دم ہاتھی نے اپنی سونڈ اوپر اٹھائی اور چاروں طرف گھمانے لگا۔

ہاتھی کو قریب ہی کسی انسان کی بو محسوس ہوئی تھی۔

عنبر سمجھ گیا کہ ہاتھی کو کسی انسان کی موجودگی کا احساس ہو گیا اس نے

دوڑنے کی بجائے اسی جگہ ٹھہرے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ دوڑنے سے ہاتھی یقیناً اس کا پیچھا کرتا اور بھاگنے میں کوئی بھی انسان ہاتھی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہاتھی ضرور اسے اپنی سوئڈ پر اٹھا کر نیچے پھینک دیتا اور پھر پاؤں عنبر کے سینے پر رکھ کر اسے مسلنے کی کوشش کرتا۔ عنبر تا تو بالکل نہیں مگر خواہ مخواہ ہاتھی سے مقابلہ کرنے میں وقت ضرور ضائع ہوتا۔ جب کہ عنبر ہر گھڑی یہی سوچ رہا تھا کہ شکنتا کو سراغ کیسے لگایا جائے۔

ہاتھی ایک پل بالکل بت بنا اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور سوئڈ سے عنبر کی بولنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر اسے پتہ چل گیا کہ انسان درختوں کے پیچھے کہیں ہے کیونکہ اس طرف سے انسان کی بڑی تیز بو آرہی تھی۔ عنبر نے لڑائی سے دور رہنے کے لیے درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔ جوں ہی وہ درخت کے اوپر چڑھا، ہاتھی نے اسے پتوں میں دیکھ لیا۔

وہ بھاگ کے عنبر کے پیچھے لپکا۔ مگر عنبر اس عرصے میں درخت کے اوپر جا چکا تھا۔ ہاتھی زور سے چنگھاڑا۔ اس کی چنگھاڑ سے جنگل گونج اٹھا۔ عنبر درخت کے اوپر آرام سے جا کر بیٹھ گیا۔ ہاتھی بھاگ ک درخت کے نیچے آ گیا اور زور زور سے جھولنا شروع کر دیا۔ کسی وقت وہ اپنی لمبی سوئڈ اوپر اٹھا کر جیسے سلام کرتا اور پھر چنگھاڑ مار کر مست ہاتھیوں کی طرح جھولنے لگتا۔ عنبر کی جان عجیب مصیبت میں آگئی تھی۔ وہ اب کسی جنگلی جانور سے لڑائی لڑنا نہیں چاہتا تھا۔

مگر ہاتھی اسے بار بار چیلنج دے رہا تھا۔ ہاتھی درخت کے نیچے دھڑنا مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے عنبر کو اوپر دیکھ لیا تھا۔ عنبر کافی دیر تک بیٹھا ہوا تھا۔ عنبر کافی دیر تک اوپر درخت کی شاخ پر بیٹھا رہا۔ ہاتھی بھی درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ عنبر تنگ آ گیا۔ وہ نیچے اتر کر ہاتھی سے مقابلہ کرنے کی سوچ ہی رہا تھا۔ کہ ہاتھی اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے زور سے چنگھاڑ



ڑماری اور درخت کو ٹکریں ماری شروع کر دیں۔ اس کی ٹکروں سے درخت پر گویا بھونچال سا آگیا۔ درخت پر جتنے پرندے بیٹھے تھے شور مچاتے اڑ گئے۔ غنبر بھی ٹہنی پر بیٹھے بیٹھے کی ہلکے کے ساتھ بل رہا تھا اس نے سوچا کہ کیوں نہ ہاتھی پر چھلانگ لگا دے اور پھر اس کا مقابلہ کرے۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ ہاتھی بہت بڑا جانور تھا۔ ہو سکتا تھا کہ ہاتھی اسے اٹھا کر سوئڈ میں لپیٹتا اور پھر اپنے منہ میں ڈال لیتا۔ غنبر مر رہا نہ، مگر منہ کے اندر جا کر کیا کرتا۔ سوائے اس کے کہ ہاتھی کے گلے میں سے گزر کر اس پیٹ میں آجاتا اور خنجر سے اس کا پیٹ چاک کر کے باہر نکل آتا۔ یہ سارا کام بڑا غلیظ کام تھا اور غنبر کے سارے کپڑے اور بدن خراب ہو جاتا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ درخت کے اوپر ہی بیٹھا رہے گا اور نیچے اتر کر ہاتھی کا مقابلہ نہیں کرے گا۔ وہ درخت کی ٹہنی پر بیٹھا رہا اور ہاتھی ٹکریں مارتا رہا۔

ہاتھی بڑا طاقتور تھا۔ اس نے درخت کو جڑ سے اکھاڑنا شروع کر دیا درخت جڑ سے سچے مچے بل گیا۔ وہ ایک طرف جھکنے لگا۔ غنبر نے شوخوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ لیکن ہاتھی کی ٹکروں نے درخت کی طاقت کو ختم کر دیا تھا۔ وہ اب گرنے ہی والا تھا اور زمین کی طرف جھکتا چلا جا رہا تھا آخر ہاتھی کی ایک زوردار ٹکڑی کر درخت دھڑام سے زمین پر گر پڑا تھا۔ مکار ہاتھی کی آنکھ غنبر پر لگی ہوئی تھی۔ غنبر کے گرتے ہی وہ درخت کی شاخوں پر اپنے بھاری بھر کم پاؤں رکھتا، انہیں توڑتا مروڑتا غنبر کی طرف بڑھا۔ غنبر نے بھاگنا شروع کر دیا۔ مگر جنگل میں جھاڑیاں اتنی گھنی اور اتنی زیادہ تھیں کہ غنبر بار بار گرنے لگا۔ آخر ہاتھی اس کے سر پر پہنچ گیا۔ وہ تو جھاڑیوں پر پاؤں رکھتا بھاگ رہا تھا۔ غنبر کے عین اوپر پہنچ کر ہاتھی نے زور سے چیخ ماری اور غنبر کو زمین پر سے اپنی سوئڈ میں لپیٹ کر اوپر اٹھا لیا۔ اوپر دو تین بار گھما کر



ہاتھی نے پوری طاقت سے عنبر کو اپنے قدموں میں زمین پر پھینک دیا۔ وہ عنبر کی ہڈیاں توڑ کر اسے مارنا چاہتا تھا۔ مگر عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے روئی کا گالا نیچے پھینک دیا ہو۔ ہاتھی نے عنبر کے جسم پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور پورا بوجھ ڈالا لیکن عنبر ہاتھی کے پاؤں کے نیچے بالکل محفوظ تھا۔ الٹا ہاتھی کو پاؤں میں لمبے لمبے کانٹے چھبے۔ وہ تڑپ کر ایک طرف کو ہٹ گیا۔

## موت کی شرط

ہاتھی نے دوبار عنبر پر حملہ کیا۔

اس دفعہ ہاتھی نے عنبر کو سوئڈ میں ایک پار پھر لپیٹا اور اٹھا کر پورے زور زور سے ایک درخت کے تنے سے مارنا شروع کر دیا۔

ہاتھی کا خیال تھا کہ عنبر چکنا چور ہو جائے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ درخت اپنی جگہ سے ہل گیا اور ہاتھی کی سونڈ زخمی ہو گئی۔ مگر عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔ وہ اسی طرف جھٹک دیا۔ اب عنبر نے بھی جوابی حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کی کمر کے ساتھ ایک خنجر ہمیشہ لگا رہتا تھا عنبر نے وہ خنجر نکال کر

آنکھ بھی پھوڑ ڈالے کیوں کہ اندھا ہو جانے کی صورت میں وہ ہاتھی کے جسم پر پے در پے وار کر سکتا تھا۔

عنبر نے ایک چھوٹے سے ٹیلے کے اوپر چڑھ کر ہاتھی کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ ہاتھی کی ایک آنکھ ابھی باقی تھی اور وہ پوری طرح دیکھ رہا تھا کہ عنبر کیا کرنے والا وہ زور زور سے اپنے بدن کو جھٹکے دینے لگا تا کہ

عنبر کو ایک بار نیچے گرا دے۔ مگر عنبر ہاتھی کی کمر سے چمٹ گیا تھا۔ وہ کھسکتا کھسکتا ہاتھی کی گردان پر آ گیا۔ پھر اس نے ہاتھ لمبا کر کے خنجر ہاتھی کی دوسری آنکھ میں بھی گھونپ دیا۔ ہاتھی زور سے چنگھاڑا اور تکلیف کی وجہ سے اسی جگہ چکر کھانے لگا۔ عنبر بار بار اس کی آنکھ میں خنجر چلا رہا تھا۔

ہاتھی کی دوسری آنکھ بھی پھوٹ گئی اور خون بہنے لگا ہاتھی اندھا ہا چکا تھا اب عنبر نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ ہاتھی کو اپنا دشمن کہیں بھی نظر نہیں

ہاتھی پر حملہ کیا۔ وہ چھلانگ لگا کر ہاتھی کی گردن پر چڑھ گیا اور اس نے پوری طاقت کی ساتھ ہاتھی کی ایک آنکھ میں خنجر گھونپ دیا۔ ہاتھی درد سے چلا اٹھا۔ اس نے سونڈ اوپر لے جا کر عنبر کو پکڑنے کی کوشش کی۔

عنبر پیچھے کھسک گیا۔ ہاتھی نے زور سے اپنا بدن جھٹکا۔  
عنبر نیچے گر پڑا۔

ہاتھی نے عنبر کے اوپر اپنا بھاری پاؤں رکھنا چاہا۔ عنبر تڑپ کر دوسری طرف ہٹ گیا۔ ہاتھی گھوم گیا۔ عنبر نے زور سے خنجر مار کر ہاتھی کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ خون کی آبشار بہنے لگی۔ اس بک بک سے عنبر بچتا چاہتا تھا مگر ہاتھی نے خود اپنی موت کو آواز دی تھی اور اب بھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگ رہا تھا۔ اب تو عنبر مجبور تھا کہ اس خونی ہاتھی کو ہلاک کر

دے۔ کیوں کہ وہ کسی دوسرے انسان پر بھی حملہ کر کے اسے ختم کر سکتا تھا۔ عنبر نے کوشش کی کہ وہ دوبار ہاتھی کے اوپر چڑھ کر اس کی دوسری

آ رہا تھا۔ اس کی سوئڈ کٹ چکی تھی۔ دونوں آنکھیں پھوٹ گئی تھیں۔ اس کے بدن سے کافی خون بہہ چکا تھا۔ وہ کمزوری محسوس کرنے لگا اس کا جسم کاپنے لگا تھا۔ پھر بھی ابھی ہاتھی میں بڑی طاقت تھی۔ وہ پاگل اندھے کی طرح گھوم رہا تھا کہ کہیں اسے دشمن ملے تو وہ اسے کچل دے۔

عنبر نے لپک کر ہاتھی کے پیٹ میں خنجر گھونپا اور پھر اسے پوری لگا کر ایک طرف کو گھما دیا۔ ہاتھی کا آدھا پیٹ کٹ گیا اور اس کی بھاری بھاری استریاں باہر گر پڑیں۔ ہاتھی کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکل گئی وہ ایک طرف کو جھکنے لگا۔ عنبر نے موقع غنیمت جان کر ایک بار پھر اس کے پیٹ میں خنجر مارا اور باقی کا آدھا پیٹ بھی کاٹ کر رکھ دیا ہاتھی کے پیٹ کے اندر جو کچھ بھی تھا۔ وہ باہر زمین پر آن گرا۔ ہاتھی کا جسم خشک پتے کی طرح کاپنے لگا۔ اس نے ایک جھر جھری سی لی اور

دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔

ہاتھی کے گرنے سے زمین ایک بار ہل گئی۔

عنبر پرے کھڑے ہو کر ہاتھی کے مرنے کا تماشا کرنے لگا۔ ہاتھی کانپ رہا تھا۔ خون پر نالے بن کر بہہ رہا تھا۔ وہ ٹانگیں چلا رہا تھا تڑپ رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے جسم پر سکون آتا گیا۔ ایک بار زور سے ہل کر ہاتھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا ہو گیا۔ اس نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی۔ اس نے عنبر کو مجبور کو دیا تھا کہ وہ اسے ہلاک کرے۔

وگر نہ عنبر نے لڑائی سے ہزار بار بچنے کی کوشش کی تھی۔ ہاتھی نے اپنی موت کو خود آواز دی تھی۔

عنبر نے ندی پر جا کر غسل کیا۔ اپنے خون سے بھرے ہوئے کپڑے دھوئے۔ اسے سوائے اس کے اور کچھ نقصان نہیں ہوا تھا کہ اس کا



وقت صانع ہو گیا تھا۔ وہ اس عرصے میں شکنتا کو تلاش کر سکتا۔

وہ ابھی دوبارہ اگیلے کپڑے بہن کر کر میں خنجر لگا رہا تھا کہ اسے جنگل

میں کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں جنگلی لوگوں کی

چیخوں سے ملتی جلتی تھیں۔ عنبر نے سوچا کہ شاید جنگلی لوگوں کا قافلہ آ رہا

تھا۔ وہ جلدی سے ایک درخت کے اوپر چڑھ کر پتوں میں چھپ کر

بیٹھ گیا۔ وہ کسی پر ابھی اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا

چاہتا تھا کہ یہ جنگلی لوگ کون ہیں؟

جنگلی لوگوں کی آوازیں قریب آرہی تھیں۔ پھر جھاڑیاں زور زور سے

بلیں اور دس بار سیاہ رنگ کے نائے قد کے آدم خور جنگلی بدن پر صرف

گھاس کو لنگوٹ باندھے ہاتھوں میں نیزے لیے وہاں آن موجود

ہوئے۔ عنبر انہیں غور سے دیکھنے لگا۔ یہ سارے کے سارے وحشی

لوگ تھے۔ خدا جانے انہیں کہاں سے مرے ہوئے ہاتھی کی بو آگئی تھی

وہ اپنے سامنے زمین پر مرے ہوئے ہاتھی کو دیکھ کر بڑے خوش بھی

ہوئے اور حیران بھی ہوئے کہ اسے اس اجاڑ بیابان جنگل میں کون

آ کر ہلاک کر گیا۔

ایک وحشی نے نیزہ اٹھا کر زور سے چیخ ماری۔ اس کے ساتھ ہی باقی

سارے وحشی مردہ ہاتھی پر ٹوٹ پڑے اور اس کو گوشت نوچ نوچ کر

کھانے لگے۔ ایک وحشی تو ہاتھی کے پیٹ کے اندر گھس گیا اور وہاں

سے اس کا دل نوچ کر لے آیا۔ جب وہ ہاتھی کے پیٹ سے باہر نکلا تو

وہ خون میں ال ہو رہا تھا۔ باہر آ کر اس نے ایک نعرہ لگایا اور کھڑے

ہو کر ہاتھی کا دل چبا چبا کر کھانے لگا۔ عنبر نے بڑے بڑے جنگلی لوگ

دیکھے تھے۔ لیکن یہ بڑے عجیب قسم کے ڈراؤنے وحشی تھے۔ وہ ہاتھی

کے گوشت کو انسان کا گوشت سمجھ کر کھا رہے تھے۔

دیکھتے دیکھتے انہوں نے ایک طرف سے ہاتھی کو گوشت ختم کر دیا ادھر

کر دیا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ آدمی کہاں چلا گیا؟ یہ جنگلی لوگ آدمی یا جانور کے پیروں کے نشان سے پورا پورا کھوج لگایا کرتے تھے کہ انسان یا جانور کدھر کو گیا ہے۔ اگر ایک جگہ سینکڑوں جانوروں کے پاؤں کے نشان ہوں تو پھر بھی یہ جنگلی ان میں سے انسان کے پیروں کے نشان کو صاف پہچان لیتے تھے۔

اور یہی ہوا جنگلیوں نے غبر کے پیروں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ نشان ایک گول دائرے کی صورت میں تھے وہ بھی گول دائرے کی صورت میں گھوم گئے۔ پھر نشان ایک درخت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وحشی بھی اسی درخت کی طرف گھوم گئے۔ نشان اس درخت کے پاس آ گئے جس پر غبر پتوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ وحشی اس درخت کے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا:

”انسان اسی درخت کے اوپر ہوگا۔“

سے ہاتھی کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ گوشت خوب پیٹ بھر کر کھا کر وہ اسی جگہ جانوروں کی طرح سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور خدا جانے کیا غور کرنے لگے۔ پھر اٹھ کر وہ زمین پر پاؤں کے نشان دیکھنے لگے۔ غبر سمجھ گیا کہ یہ وحشی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہاتھی کے ساتھ کس نے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کیا تھا؟

اچانک ایک وحشی نے چیخ ماری:

”انسان کے پیروں کے نشان ہیں۔“

یہ وہی زبان تھی جس میں غبر کے ساتھ بکریوں والے جنگلی نے بات کی تھی۔ یہ بھی بڑی اچھی بات تھی کہ غبران کی بولی سمجھ لیتا تھا۔

سارے کے سارے آدم خور وحشی زمین پر غبر کے پیروں کے نشان جھک کر دیکھنے لگے۔ انہوں نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ یہاں کوئی انسان ابھی ابھی موجود تھا جس نے ہاتھی کے ساتھ جنگ لڑ کر ہاتھی کو ہلاک

دو بار کسی نہ کسی وحشی پر اچھال دیتا جو زخمی ہو کر بھاگ جاتا جنگلی لڑتے لڑتے تنگ آ گئے۔ انہوں نے درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔ عنبر اگر چاہتا تو وہ اوپر بیٹھے ہی بیٹھے ایک ایک کر کے سارے جنگلیوں کو قتل کر کے نیچے پھینک سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ سوچا کہ کیوں نہ اپنے آپ کو ان وحشیوں کے حوالے کر کے ان کے قبیلے میں چلا جائے شاید اس طرح اسے شکنتا کا کوئی سراغ مل سکے۔

عنبر نے مقابلہ بند کر دیا اور درخت پر سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ سارے جنگلی ایک نو جوان انسان کو درخت کے اوپر سے گرتے دیکھ کر پرے پرے ہٹ گئے۔ پھر انہوں نے آگے بڑھ کر عنبر کو رسی میں جکڑ لیا۔ ایک وحشی نے دوسرے وحشی سے کہا:

”سر دار اس سفید نو جوان کا گوشت کھا کر بڑا خوش ہوگا۔ وہ ہمیں اس کے عوض اپنی خاص بکریوں کا دودھ پینے کو دے گا۔“

سب زور زور سے نعرے لگانے لگے۔ یہ نعرے عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے لیکن اتنا وہ سمجھ چکا تھا کہ اب وہ وحشیوں کی قید سے نہیں بچ نہیں سکتا۔ جنگلیوں نے سر اٹھا اٹھا کر درخت کی شاخوں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے ایک ساتھ چھ سات نیزے درخت کی شاخوں میں پھینکے۔ ایک نیزہ عنبر کے بازو کو چیرتا ہوا گزر گیا۔ مگر اسے کچھ نہ ہوا۔ بازو کا گوشت دوبار اپنی جگہ پر واپس آ گیا دوسری بار پھر نیزے پھینکے گئے۔ اس دفعہ ایک نیزہ عنبر کے پیٹ میں کھب گیا۔ عنبر نے نیزہ باہر کھینچ کر واپس زمین پر مارا تو وہ سیدھا ایک وحشی کی کھوپڑی توڑتا ہوا کھب گیا۔

وحشی چیخ مار کر زمین پر گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

پھر تو وہاں ایک شور مچ گیا۔ وحشیوں نے دھڑا دھڑا درخت میں نیزے مارنے شروع کر دیے۔ عنبر کے ہاتھ میں جو نیزہ آ جاتا وہ اسے



عنبر نے سب کچھ سنا اور خاموش رہا۔ وہ ان پر یہ ظاہر ہی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ ان کی زبان جانتا ہے کیوں کہ پھر وہ اس کے سامنے راز کی کوئی بات نہ کرتے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہو گا کہ عنبر ان کی نہیں سمجھتا تو وہ اس کے سامنے کھل کر بات کریں گے اور شکنتا کا سراغ اسی طرح لگایا جاسکتا تھا۔ وحشیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے عنبر کی طرف نیزے تانے ہوئے تھے۔ ایک وحشی نے آگے بڑھ کر عنبر کی کمر میں لٹکا ہوا خنجر کھینچ لیا۔ وہ خنجر اس نے غور سے دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا:

”یہ خنجر کسی شہر کا بنا ہوا ہے یہ شخص کسی دوسرے شہر سے آیا ہے۔ اسے پکڑ کو اپنے سردار کے پاس لے چلتے ہیں۔ وہ ہمیں انعام دے گا۔“

”چلو، پکڑ کر لے چلو اسے۔“

وحشیوں نے عنبر کو رسی میں جکڑا اور اسے اٹھا کر جنگل میں واپس گھس

گئے۔ چار وحشی اسے اپنے سروں پر اٹھائے جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ وہ اس قدر تیز تیز جا رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جانور ہیں۔ کافی دیر تک جنگل میں چلنے اور کئی موڑ گھومنے کے بعد وہ ایک اور نیچے پہاڑ کے دامن میں آ گئے۔ یہاں بہت سی جھونپڑیاں ایک نیم دائرے کی شکل میں بنی ہوئی تھیں۔ وحشیوں نے عنبر کو اتار نیچے زمین پر بٹھا دیا۔

تمام وحشی ان وحشیوں کو دیکھ کر قریب آ گئے۔ وہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے کہ یہ قیدی کہاں سے آیا ہے؟ ایک وحشی نے انہیں بتایا کہ جنگل میں ہاتھی مرا پڑا ہے۔ اس شخص نے ہاتھی کو ہلاک کیا ہے۔ سارے وحشی بڑے حیران ہوئے کہ ایک دیلے پتلے سے انسان نے خنجر کے ساتھ اتنا بڑا ہاتھی کیسے ہلاک کر لیا۔

یہ وحشی لوگ جنگل میں پڑی ہوئی ہاتھی کی لاش کا سن کر اس طرف

بھاگ اٹھے۔ وہ آج ہاتھی کے گوشت کی ضیافت اڑانا چاہتے تھے۔  
جو لوگ عنبر کو پکڑ کر لائے تھے۔ وہ ایک اونچی سی جھونپڑی کے اندر چلے  
گئے۔ اس جھونپڑی میں کچھ دیر رہنے کے بعد وہ ایک ایک کر کے چلے  
گئے۔ وہ سردار کی جھونپڑی تھی۔ مگر وہاں عنبر کو سوائے چند ایک بوڑھی  
عورتوں کے اور کوئی عورت نظر نہیں آرہی تھی۔ یہ بوڑھی عورتیں ایک  
طرف بکریوں کا دودھ دوہ رہی تھیں۔ کوئی شکر قندی ابال رہی تھی۔ عنبر  
کا دل شکنتا کو یاد کر کے اداس ہو گیا۔ اس نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو  
گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ شکنتا تو اس جگہ بھی نہیں ہے۔ پھر کیا کیا  
جائے۔ کیا وہ یہاں سے فرار ہو جائے تاکہ کسی اور جگہ چل کر شکنتا کو  
تلاش کر لے۔ یہاں پڑے رہنے سے کیا فائدہ ہوگا بھلا؟

پھر عنبر نے سوچا کہ ابھی اسے تھوڑا انتظار کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے۔ ان  
لوگوں کی کچھ باتیں جھونپڑوں کے اندر ہوں۔ اگر شکنتا یہاں نہ بھی

ہوئی پھر بھی اسے ان لوگوں سے کچھ سراغ ضرور مل سکتا ہے۔ عنبر نے  
اسی جگہ ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ابھی کچھ دیروہاں رہ کر کچھ معلومات  
حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جھونپڑی میں سے سارے وحشی نکل کر باہر ایک  
قطار میں کھڑے ہو گئے۔ اب انہیں اندر سے شاید کسی سردار کے باہر  
نکلنے کا انتظار تھا۔ عنبر بھی اسی انتظار میں تھا کہ اندر سے کیا برآمد ہوتا ہے  
اچانک اندر سے ایک بڑی خوب صورت سانولے رنگ کی عورت  
باہر نکلی۔ اس عورت نے سر پر موروں کے پروں کا تاج پہن رکھا تھا۔  
اس کے گلے میں شیر کے ناخنوں کی مالا تھی۔ اس کے لمبے بال کھلے  
تھے اور بدن پر ہرن کی کھال کا لباس تھا۔

اگرچہ یہ عورت بہت حسین تھی۔ مگر اس کی آنکھوں میں جنگلی چیتے ایسی  
چمک اور مکاری تھی۔ ہمارے پڑھنے والوں کو اب ضرور معلوم ہو گیا  
ہوگا کہ یہ قبیلہ ان جنگلیوں کا نہیں تھا۔ جہاں شکنتا قید تھی بلکہ یہ اس

قبیلے سے دور پچھم کی طرف ندی کنارے والا ایک قبیلہ تھا جو جادو گرئی کا قبیلہ کے نام سے مشہور تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ عورت اس قبیلے کی سردارنی ہے۔ اس نے بڑے غور سے عنبر کی طرف دیکھا اور پھر اپنے وزیر سے کہا:

”اس نو جوان کو تم کہاں سے پکڑ کر لائے ہو؟“

ایک وحشی نے آگے بڑھ کر سر جھکایا اور کہا:

”سردارنی یہ شخص ایک درخت کے اوپر چھپا ہوا تھا۔ اس کے پاس سے وہ خنجر نکالا ہے جس پر ہاتھی کے خون کے نشان ہیں۔“

سردارنی نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ ہاتھی کو اس نو جوان نے اپنے خنجر سے ہلاک کیا ہے؟“

وحشی بولا:

”جی ہاں سردارنی نے زمین پر پاؤں مار کر کہا: ”اتنا دبلا پتلا نو جوان جنگل کے ایک سر پھرے ہاتھی کو ہرگز نہیں مار سکتا۔ تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“

وحشی نے کہا:

”سردارنی اس کے سوا جنگل میں اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ ہاتھی کا شکار اسی نے کیا ہے۔ آپ اس سے پوچھ لیں بے شک۔“

سردارنی نے کہا:

”مگر میں اس سے کس زبان میں بات کروں گی یہ تو ہماری زبان کو بالکل نہیں سمجھتا۔“

عنبران لوگوں کی ساری باتیں اب تک غور سے سن رہا تھا۔ اور سمجھ رہا تھا۔ اس مقام پر آ کر اس نے سردارنی سے کہا:

”سردارنی میں آپ کی زبان خوب جانتا ہوں۔ آپ بے شک اپنی



”تم یہاں کیا کرنے آئے ہو تم درخت پر کیوں چھپے بیٹھے تھے؟“

عنبر بولا:

”سردارنی میں ایک سیاح ہوں اور ملک ہندوستان کی سیر کرنے اپنی شکنتا بہن کے ساتھ آیا تھا۔ وہ جنگل میں مجھ سے بچھڑا کر کہیں گم ہو گئی میں اس کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ کہ آپ کے آدمی مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے۔“

”تم درخت پر کیوں چھپے بیٹھے تھے۔؟“

”آپ کے آدمیوں کے ڈر سے چھپا بیٹھا تھا۔“

”کیا یہ خنجر تمہارا ہے؟“ سردارنی نے عنبر کا خون آلود خنجر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے پوچھا۔

عنبر نے خنجر کو غور سے دیکھ کر کہا:

”ہاں یہ میرا ہی خنجر ہے۔“

زبان میں مجھ سے بات کریں۔“

سردارنی نے یوں تڑپ کر عنبر کی طرف دیکھا جیسے کسی نے اس کے پیر پر پتھر مار دیا ہو۔ وہ کبھی خیال بھی نہیں کر سکتی تھی کہ ایک اجنبی نو جوان جو خدا جانے کہاں سے ادھر آ نکلا ہے۔ ان کے قبیلے کی مشکل زبان سمجھ لیتا ہوگا۔ اس نے عنبر کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا:

”تم ہمارے قبیلے کی زبان کیسے جانتے ہو؟“

عنبر نے کہا:

”میں دنیا کے ہر قبیلے کی زبان جانتا ہوں سردارنی۔“

”کیا تم کوئی جادو گر ہو؟“

”نہیں میں ایک عام انسان ہوں۔“

سردارنی نے پوچھا:

سردارنی نے پوچھا:

”اس خنجر پر خون کس جانور کا لگا ہے؟“

عنبر نے کہا:

”ہاتھی کا۔ اے سردارنی۔“

”سردارنی نے حیرانی سے پوچھا:

”کیا جنگلی ہاتھی کو تم نے ہلاک کیا تھا۔“

”ہاں سردارنی، جنگلی ہاتھی کو میں نے ہلاک کیا تھا۔“

”محض اس چھوٹے سے خنجر سے؟“

”ہاں سردارنی صرف اس چھوٹے سے خنجر کے ساتھ۔“

”تم جھوٹ بولتے ہو۔“

”میں ایک بار پھر ہاتھی کو ہلاک کر کے دکھا سکتا ہوں۔“

”اگر تم ایسا نہ کر سکتے تو چانتے ہو قبیلے کی سردارنی مذاق کرنے کی سزا

کیا ہے؟“

”نہیں۔“

”اگر تم ہاتھی کو ہلاک نہ کر سکتے تو تمہیں زندہ ایک بوری میں بند کر کے

کیڑے مکوڑوں کے گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔“

”مجھے منظور ہے۔“

”ایک بار پھر سوچ لو۔“

”مجھے منظور ہے میں سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔“

”ہاتھی کی لڑائی کا بندوبست کیا جائے۔“

عنبر نے ہاتھ اٹھ کر کہا:

”مگر ایک میری شرط ہے۔“

سردارنی نے پوچھا:

”وہ کون سی شرط ہے۔“

”عنبر تے کہا:

”اگر میں نے ہاتھی کو اس خنجر سے ہلاک کر دیا تو مجھے کیا انعام دیا جائے گا۔“

سردار نی نے کہا:

”میں تم سے شادی کر لوں گی اور تمہیں قبیلے کا سردار بنا دیا جائے گا۔“

عنبر سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔

”نہیں نہیں، مجھے یہ شرط منظور نہیں ہے۔“

”کیا کہا؟“ سردار نی غصے کے مارے کانپنے لگی۔ وہاں جتنے وحشی لوگ

کھڑے تھے۔ وہ سارے کے سارے دہشت زدہ ہو گئے۔ سردار نی

سے بیاہ کی خواہش پر انکار کرنا اس قبیلے میں سب سے بڑا گناہ اور

برائی تھی۔ سردار نی کی اس سے زیادہ اور کوئی بے عزتی نہیں ہو سکتی تھی

کہ کوئی شخص اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دے۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے میری توہین کی ہے۔ اگر تم نے میرے

ساتھ شادی نہ کی تو میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گی۔“

عنبر نے سوچا کہ اس عورت سے شادی کرنے میں کیا ہرج ہے اس

طرح وہ اس قبیلے کا سردار بن جائے گا اور ان کی مدد سے شکنتا کو جلدی

سے جلدی برآمد کر لے گا۔ پھر وہ جب وہ چاہے یہاں سے بھاگ

سکتا ہے اور اس کا کوئی کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

اس نے جھٹ کیا:

”میں تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوں۔“

سردار نی نے کہا:

”شاباش، مگر شرط یہ ہے کہ مجھ سے شادی کرنے کے لیے تمہیں جنگل

کے ایک ہاتھی کو خنجر سے ہلاک کرنا ہوگا۔“

”ایسا ہی ہوگا سردار نی۔“



## جادوگرنی سے ملاقات

ہاتھی کی لڑائی دیکھنے کے لیے سارا قبیلہ اٹھ پڑا۔

صبح ہی سے ہانکا کرنے والے جنگل میں نکل گئے تھے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ جنگل کہاں پر ہوگا اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ ہاتھی کو گھیرا کر کیسے لایا جائے گا۔ قبیلے کے سارے وحشی بڑے بڑے درختوں پر چڑھ کر بیٹھے تھے۔ سردارنی کا تخت بھی ایک اونچے درخت کی شاخ پر لگا دیا گیا تھا زمین پر سوائے عنبر کے اور کوئی نہیں تھا۔ وزیر بھی سردارنی کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ سارے وحشیوں کو یقین تھا کہ یہ

سردارنی نے حکم دے دیا کہ دوسرے روز جنگل میں ہاتھی کی لڑائی ہوگی عنبر کو ایک جھونپڑے میں قید کر دیا گیا۔ سردارنی کا وزیر خود سردارنی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی جرات نہیں تھی کہ وہ سردارنی کے حکم کے آگے سر اٹھا سکے۔ جب سردارنی نے اعلان کیا کہ اگر عنبر نے ہاتھی کو مارا ڈالا تو وہ اس کے شادی کر لے گی تو وہ جل بھن کر رہ گیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ یہ دبلا پتلا نو جوان کہاں ایک ہاتھی کو ہلاک کر سکتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں عنبر کی آنے والی موت کا خیال کر کے افسوس کرنے لگا کہ اتنا بھولا بھالا خوب صورت لڑکا موت کی آغوش میں جا رہا ہے۔ وہ خود بھی اب یہی چاہتا تھا کہ عنبر ہاتھی کی لڑائی میں مارا جائے۔ راستے کا یہ پتھر ہٹ جائے اور وہ سردارنی سے شادی کر لے سب لوگ ہاتھی کی لڑائی کا انتظار کرنے لگے۔

چاپ کھڑا تھا اور جنگل کی طرف سے آنے والے ہاتھی کی چنگھاڑوں کو غور سے سن رہا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو وہاں سے بھاگ سکتا تھا۔ مگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس قبیلے پر اپنی بہادری کا سکھ جما کر ان کا سردار بننا چاہتا تھا تا کہ شکنتا کو ان لوگوں کی مدد سے تلاش کر سکے۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ شکنتا کو اسی جنگل کے کسی قبیلے والوں نے اغوا کیا ہے۔

درختوں پر تمام وحشی نیزے اور تیرکمان لیے تیار بیٹھے تھے کہ اگر ہاتھی پاگل ہو کر غصے میں درختوں کو ٹکریں مارنا شروع کر دے تو وہ اس پر نیزوں اور تیروں کی بارش کر کے ختم کر دیں۔ جس درخت پر ان لوگوں کی سردار فی تخت پر بیٹھی تھی وہاں کتنے ہی جانناز وحشی نیزے اور تیرکمان لیے تیار تھے کہ جوں ہی ہاتھی کا رخ اس طرف ہو وہ اس پر نیزوں کی بارش کر دیں۔

نو جوان لڑکا ہاتھی کی لڑائی میں ضرور مارا جائے گا۔ انہیں یہ افسوس تھا۔ کہ وہ ہاتھی کو گوشت نہیں کھا سکیں گے۔ سب کے کان جنگل کی طرف لگے ہوئے تھے۔ جہاں ہانکا کرنے والوں کا شور آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔

وہ لوگ جنگلی ہاتھی کو گھیر کر ادھر لارہے تھے اچانک اس شور میں ہاتھی کی چنگھاڑ گونجی۔ سب نے خوشی سے نعرے نعرے لگائے ہاتھی آ رہا تھا۔ لڑائی شروع ہونے والی تھی۔ سردار نی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔ اسے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ ہاتھی مرتا ہے یا نو جوان عنبر ہلاک ہوتا ہے۔ وہ صرف ہاتھی اور انسان کی لڑائی کا تماشا دیکھنا چاہتی تھی۔ خوشی وزیر کو ضرور ہو رہی تھی کہ جس نو جوان سے سردار نی نے شادی کا وعدہ کیا تھا وہ مارا جائے گا۔

عنبر درختوں کے نیچے ایک کھلے میدان میں خنجر ہاتھ میں لیے چپ

عنبر خنجر ہاتھ میں لیے خاموش کھڑا تھا۔

ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آوازیں اب قریب سے قریب ہو رہی تھیں۔

پھر ہانکا کرنے والوں کا شور نزدیک آ کر ختم ہو گیا۔ وہ ہاتھی کو گھیر کر

درختوں والے کھلے میدان کے پاس لے آئے تھے۔ جنگل میں

خاموشی چھا گئی۔ درختوں پر سے سارے پرندے شور سن کر اڑ چکے

تھے۔ ایک دم ہانکا کرنے والوں کا شور بلند ہوا۔ اس کیساتھ ہی ہاتھی

کی زوردار چنگھاڑ گونجی شور ختم ہو گیا۔ ہاتھی درختوں کے آس پاس گھوم

رہا تھا۔

عنبر کی نگاہیں جھاڑیوں میں لگی تھیں۔ کٹر کٹڑ کی آوازیں آئیں۔

جیسے ہاتھی سوکھی ٹہنیوں کو لتاڑتا ہوا چلا آ رہا ہو۔ پھر اچانک ایک سیاہ

چشم پورے قد کا لمبے لمبے سفید دانتوں اور بڑے بڑے کھمبوں ایسی

ٹانگوں والا ہاتھی کان ہلاتا، گھبراہٹا ہوا۔ سوئڈ گھماتا درختوں میں سے

نکل کر کھلے میدان کے ٹکڑے میں آ گیا۔ ہانکا گھماتا درختوں میں

سے نکل کر کھلے میدان کے ٹکڑے میں آ گیا۔ ہانکا کرنے والے

جلدی جلدی درختوں پر چڑھ گئے۔ ہاتھی نے گھوم کر ایک چکر لگایا اور

پھر اس کی چھوٹی چھوٹی مگر بڑی تیز آنکھوں نے عنبر کو ایک طرف

کھڑے دیکھ لیا۔ وہ سمجھا کہ یہ سارا شور اسی ایک آدمی نے اٹھا رکھا تھا

اور اسکی وجہ سے وہ بے چین کی گیا ہے۔

ہاتھی نے سوئڈ اٹھا کر ایک بھیانک چیخ ماری اور سر جھکا کر عنبر پر حملہ

کرنے کے لیے بھاگا۔ عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ سردار نی کا دل

دھڑکنے لگا۔ سارے وحشی سانس روک کر تماشا دیکھنے لگے کہ ابھی

ہاتھی سوئڈ میں عنبر کو لے کر زمین پر دے مارے گا اور پھر پاؤں رکھ کر

اسے کچل دے گا۔

ہاتھی نے عنبر کے پاس آ کر زور سے سوئڈ گھمائی۔ عنبر جھک کر بیٹھ گیا اور



پھر اچھل اس نے سوئڈ پکڑ لی۔ ہاتھی نے جب دیکھا کہ اس کا دشمن سوئڈ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے تو اس نے سوئڈ کو زور زور سے گھمانا شروع کر دیا اور پھر زور سے عنبر کو درخت کے ایک تنے سے مارا۔ وحشیوں کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔

وہ عنبر کو کچلا ہوا خون میں لت پت دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اتنی زبردست چوٹ کھانے کے باوجود عنبر زمین پر سے اٹھا اور اس نے اٹھتے ہی خنجر ہاتھی کی سوئڈ میں گھونپ دیا۔ تو وہ چکر کھا گئے۔ کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

سردار نی نے سوچا کہ انہیں غلطی لگی ہے۔ عنبر درخت کے ساتھ نہیں ٹکرایا تھا بلکہ ہاتھی کی سوئڈ ٹکرائی تھی۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہاتھی ایک آدمی کو درخت پر مارے اور وہ بچ جائے؟ عنبر کا خنجر ہاتھی کی سوئڈ

میں گھس گیا۔

ہاتھی کی سوئڈ سے خون جاری ہو گیا۔ ہاتھی تلملا اٹھا۔ اس نے خون آلود سوئڈ اٹھا کر زور سے چنگھاڑ ماری اور غصے میں عنبر پر حملہ آور ہوا۔ عنبر اب پوری طرح ہاتھی کے مقابلے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ وہ قبیلے کے وحشیوں پر اپنی بہادری کا سکھ جمانا چاہتا تھا۔ وہ ان سے اپنا لوہا منوانا چاہتا تھا۔ جون ہی ہاتھی عنبر کی طرف سوئڈ اٹھا کر بڑھا، عنبر نے چھلانگ لگائی، وہ اچھل کر ہاتھی کی گردن پر سوار ہونا چاہتا تھا۔ مگر ایسا نہ کر سکا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔

ہاتھی نے دشمن کو زمین پر گرتے دیکھا تو تیزی سے بڑے بڑے پاؤں اٹھاتا، کان ہراتا عنبر کی طرف بڑھا اور اس سے پہلے کہ عنبر زمین سے اٹھ سکے، ہاتھی نے اپنا اگلا پیر عنبر کے پیٹ پر رکھ کر اپنے پہاڑا ایسے جسم کا پورا بوجھ اس پر ڈال دیا۔ اب تو سب کو یقین تھا کہ عنبر بچ نہیں سکتا۔

وہ بالکل کچلا جائے گا اور ہاتھی اس کی پچکی ہوئی لاش کو روند ڈالے گا۔ سردارنی نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ وہ اتنی بھیانک لاش دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن سب کے سب حیران رہ گئے جب انہوں نے دیکھا کہ ہاتھی نے یوں تڑپ کر عنبر کے اوپر سے پاؤں اٹھالیا جیسے اس نے اپنا پیچ آگ میں ڈال دیا تھا ہاتھی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ عنبر نے اٹھ کر ہاتھی کی سونڈ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور خنجر دانتوں میں دبائے ہاتھی کے اوپر چڑھ گیا اور ہاتھی بھی ایک بار گھبرا گیا۔ کہ اس کا دشمن اس کی گردن پر کیسے آ گیا؟

عنبر نے ہاتھی کی گردن پر سوار ہوتے ہی خنجر کا ایک وار کر کے اس کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی۔ ہاتھی تکلیف سے اچھل پڑا۔ اس نے عنبر کو زور سے جھٹک دیا۔ عنبر نیچے گر پڑا۔ ہاتھی ایک آنکھ سے عنبر کو دیکھتا اس کی

طرف بڑھا اور گردن نیچی کر کے اپنے دونوں تلواریں ایسے دانت عنبر کے سینے میں گھیسر دے چاہے عنبر پرے ہٹ گیا۔ ہاتھی اتنی طاقت اور زور سے نیچے جھکا تھا کہ اس کے دونوں نولیکے دانت زمین میں گڑ گئے۔ ہاتھی کا سر نیچے ہو گیا تھا۔ عنبر بڑی آسانی سے خنجر ہاتھ میں لیے ہاتھی کے سر پر پاؤں رکھ کر گردن پر چڑھ گیا اور اس نے خنجر کا وار کر کے ہاتھی کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ کر رکھ دی۔

ہاتھی نے درد سے تلملا کر زور لگا کر زمین میں سے دانت نکالنے چاہے تو اس کے دونوں دانت ٹوٹ گئے ہاتھی اٹھا ہی تھا کہ عنبر نے نیچے سے خنجر مار کر ہاتھی کا آدھا پیٹ چاک کر دیا۔ ہاتھی کا آدھا پیٹ پھٹ کر انتڑیاں باہر نکل آئیں وہ طیش اور درد سے چنگھاڑا اور اس نے اپنی سونڈ میں عنبر کو پوری طرح لپیٹ کر اس زور سے زمین پر مارا کہ اس کا دھماکہ دور تک سنائی دیا۔ زمین پر سے گرداڑی۔ گرد دور ہوئی تو

سب نے دیکھا کہ عنبر زمین پر سے صحیح و سالم اٹھ رہا تھا۔  
حیرت سے لوگوں منہ کھلے گے کھلے رہ گئے۔

سردارنی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے وزیر کی طرف اور وزیر نے تعجب کی آنکھوں سے سردارنی کی طرف دیکھا جو کچھ وہاں ہو رہا تھا وہ اس پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ وزیر کو تو یہ فکر پڑ گئی کہ اگر عنبر نے ہاتھی کو ہلاک کر دیا تو وہ سردارنی سے شادی کر لے گا اور سردارنی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور حالات سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ عنبر ہاتھی کو شکست دینے والا تھا اور ہاتھی گرنے والا تھا۔  
سردارنی نے وزیر سے کہا۔

”یہ تو بہت بہادر نو جوان ہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ اتنے بڑے ہاتھی کا اکیلا کیسے مقابلہ کر رہا ہے؟ یہ تو کوئی بہت بڑا جادو گر لگتا ہے۔“  
وزیر کو موقع مل گیا۔ اس نے کہا:

”سردارنی، یہ نو جوان بہادر نہیں ہے بلکہ جادو گر ہے۔ یہ صرف جادو کے زور سے ہاتھی پر قابو پا رہا ہے۔“

سردارنی نے مسکرا کر کہا:

”اگر یہ جادو گر بھی ہے تو اس سے بڑا جادو گر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ میں چاہتی ہوں کہ اس جادو گر کو اپنے قبیلے کا سردار بناؤں اور یہ کام میں اس سے شادی کیے بغیر نہیں کر سکتی۔“  
وزیر تو اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

لیکن اس کے دل میں عنبر کے خلاف زبردست نفرت پیدا ہو گئی۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ اگر عنبر ہاتھی کو ہلاک کرتے ہیں کامیاب ہو گیا تو وہ اسے سردارنی سے ہرگز شادی نہیں کرنے دے گا۔ وہ شادی سے پہلے ہی اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اس سلسلے میں خواہ اسے کالے جادو کا ہی سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔



ادھر وزیر یہ سوچ رہا تھا۔ اور ادھر عنبر نے خنجر مار مار کر ہاتھی کا بڑا حال کر دیا تھا۔ ہاتھی کا پیٹ چاک ہو گیا۔ وہ لڑکھایا۔ عنبر نے خنجر مار کر ہاتھی کی سونڈ کاٹ کر اس کے جسم سے الگ کر دی۔ ہاتھی پر لرزہ طاری ہو گیا، وہ کانپا، لرزا، کپکپایا، لڑکھڑایا اور دھڑام سے ایک چٹان کی طرح زمین پر گر گیا۔

وحشیوں نے نعرے لگاتے ہوئے چھلاتیں لگانی شروع کر دیں۔ عنبر کے سامنے ہاتھی پر پڑا آخری سانس لے رہا تھا۔ وحشیوں نے آگے بڑھ کر عنبر کے ہاتھ اور ماتھا چوم لیا۔

وحشی زخمی ہاتھی پر ٹوٹ پڑے اور خنجروں سے اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھانے لگے۔ سردار نی کا تخت بھی دوخت پر سے نیچے اتار دیا گیا۔ سردار نی نے آگے بڑھ کر عنبر کے سر پر تڑدر رنگ کا پھول توڑ کر رکھ دیا۔ ”تو سچ مچ ایک بہادر نوجوان ہو تمہیں مبارک ہو کہ میں نے

تمہیں اپنے قبیلے کا سردار چن لیا ہے۔ کل ہماری تمہاری شادی ہو جائے گی۔“

عنبر نے کچھ نہ کہا اور چپکے سے اپنی جھونپڑی میں آ گیا۔ وہاں سے سر دار نی کے حکم سے عنبر ایک خوب صورت جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا۔ شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ پھلوں کے ڈھیڑ لگ گئے۔ پھولوں کے ہار تیار ہونے لگے۔ زمین پر سیندور پس کر بچھایا گیا۔ وزیر نے سوچا کہ آج رات کو عنبر کا کام تمام کر دینا چاہیے۔

## اوپر موت، نیچے موت

ادھر عہد کے بیاہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

اور دوسری طرف شکنتلا کے بیاہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ قبیلے کے وحشی سردار نے اعلان کر دیا تھا کہ صبح کو شادی ہوگی اور رات کو قبیلے کے سارے لوگ ایک بہت بڑی دعوت میں ناچ گانا کریں گے۔ ہر کوئی وحشی آدم خور خوش تھا۔ صرف شکنتلا ابھی جھونپڑی میں اداس بیٹھی تھی۔ صبح اس کی شادی ہونے والی تھی۔ وہ یہ گناہ نہیں کرنا چاہتی

تھی۔ اس کی شادی پہلے ہی ہو چکی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے گی۔ چاہے وہ راستے میں ماری جائے۔ مگر وہاں وہ رہ کر گناہ کی زندگی بسر نہیں کرے گی۔ گناہ کی زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی مر جائے؛ چنانچہ وہ موقع تلاش کرنے لگی اسے جس جھونپڑی میں بند کی گیا تھا اس کے باہر ایک عورت پہرہ

دے رہی تھی۔ اس عورت کے ہاتھ میں صرف ایک نیزہ پکڑا رہتا تھا چوں کہ وحشی سردار کو معلوم تھا کہ شکنتلا بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتی۔ اس لیے اس نے شکنتلا پر زیادہ پہرہ نہیں لگایا تھا۔ شکنتلا نے اس کو غنیمت جانا اور موقع سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کر کے آدھی رات کو وہ اٹھ کر جھونپڑی سے باہر دیکھنے لگی۔ باہر میدان میں آگ روشن تھی اور اس کے گرد وحشی ناچ رہے تھے۔ گارہے تھے۔ ان کے شور سے وہاں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ وحشی سردار بھی ان کے ساتھ ہی ناچ

ساری عورتیں اور مردناچ گانے میں شریک تھے۔ شکنتا نے ایک لمحے کے لیے بھی وقت ضائع نہ کیا اور جھونپڑے سے باہر نکلتے ہی ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کس طرف کو جا رہی ہے وہ بس بھاگی جا رہی تھی۔ راستے میں اس کے پاؤں جھاڑیاں میں الجھے۔ وہ ایک جگہ گر پڑی۔ پھر اٹھی اور بھاگنے لگی۔ جھاڑیاں گھنی تھیں گئی۔ جھاڑیاں اور گھاس اس کا راستہ روک رہی تھی، مگر وہ بھاگتی چلی گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے قبیلے کے سارے وحشی آدم خور اس کے پیچھے لگے ہیں۔ اس کا سانس پھول گیا۔ مگر وہ کسی جگہ بھی نہ رکی۔ وہ بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ کافی دور بھاگنے کے بعد وہ ایک ٹیلے کو عبور کر کے دوسری طرف آ گئی ٹیلے کی ڈھلان پر سے اترتے ہوئے وہ گر پڑی، اس کے پاؤں میں کانٹے چبھ گئے تھے لیکن اسے درد بالکل نہیں ہو رہا تھا۔ نجات کبھی

رہا تھا۔ پہریدار عورت باہر بیٹھی پہرہ بھی دے رہی تھی اور وحشیوں کا ناچ بھی دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ وہ شکنتا سے بالکل غافل ہو چکی تھی شکنتا نے جھونپڑے کی پچھلی دیوار کو ہاتھ سے ٹولا۔ وہ گھاس پھونس کی بنی ہوئی تھی۔ اس نے زور سے اندر ہاتھ ڈال کر گھاس الگ کر دیا۔ گھاس کا مٹھا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے تھوڑی سی کوشش کے بعد وہاں اتنی جگہ بنالی کہ جہاں سے وہ باہر نکل سکتی تھی۔ شکنتا بڑی ڈر پوک لڑکی تھی۔ مگر اس وقت اپنی عزت بچانے کے لیے وہ ایک نڈر اور بے خوف شیرنی بن گئی تھی اس نے دیوار کے سوراخ کو اور زیادہ چوڑ کر دیا اور پھر بڑی آسانی سے اس میں نکل کر باہر آ گئی۔

باہر جنگل ہی جنگل تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ادھر ادھر کئی ایک جھونپڑیاں تھیں۔ مگر وہ سب کی سب خالی تھیں۔



نہیں ہوگی۔ کوئی بھی شخص اس کی مدد کو نہیں آئے گا اور اس کی ساری زندگی تباہ ہو کر رہ جائے گی اس لیے اسے ہر حالت میں خود ہی ہمت کر کے اپنی زندگی کو گناہ کے جہنم سے بچانا ہے۔ وہ گر کر اٹھی اور اس نے پھر بھاگنا شروع کر دیا بھاگتے بھاگتے وہ تھک کر چور ہو گئی تو ایک جگہ بیٹھی گئی۔

جہاں وہ بیٹھی وہاں سے اسے پانی کے بہنے کی آواز آرہی تھی۔ اس کا سانس بڑی طرح پھولا ہوا تھا۔ وہ زور زور سے سانس لے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کا سانس درست ہوا تو اس نے دیکھا۔

ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں ایک چھوٹی سی ندی سے پتھروں پر سے اچھلتی ہوئی بہہ رہی تھی۔ شکنتا نے جھک کر ندی سے تھوڑا سا پانی پیا۔ منہ پر چھینٹے مارے اور اس ڈر سے کہ کہیں وحشی اس کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں نہ پہنچ جائیں۔ اس نے اٹھ کر پھرنا بھاگنا شروع کر دیا مگر

اب اس کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ پانی پی لینے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں درد سا ہونے لگا۔

وہ تیز بھاگتی تو درد بھی تیز ہو جاتا۔ اس نے قدم قدم دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر بھی اسے دوڑنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ ندی آگے چل کر چوڑی ہو گئی تھی۔ ستاروں کی روشنی میں اسے ندی میں ایک چھوٹی سی

دوڑنگا نما کشتی نظر آئی۔ وہ لپک کر کشتی میں سوار ہو گئی اور چپو چلانے لگی۔ ندی میں ایک بڑا سا پتھر آگیا اور کشتی اس پتھر سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ شکنتا اچھلا نک لگا کر باہر آگئی اور ندی کے پار والے جنگل میں گم ہو گئی۔

شکنتا جیسی ڈرپوک لڑکی۔ اپنی عزت کی خاطر کس قدر بہادری دکھائی وہ خود حیران تھی۔ پھر مشرق میں چاند نکل آیا۔

اس کی زرد زرد روشنی جنگل میں پھیلنے لگی۔ شکنتا نے دیکھا کہ جنگل

میں درخت بے حد گھنے تھے، اس کے پاؤں سوکھے پتوں پر پڑ کر شور پیدا کر رہے تھے۔ جس کی وجہ سے کچھ پرندے درختوں پر سے پھڑ پھڑا کر اڑ گئے۔ شکنتلا کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ کدھر کو جا رہی ہے۔ بس وہ وحشی سردار اور اسکے ساتھیوں سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔

جنگل میں کافی دور آگے نکل کر شکنتلا کو چاند کی پھیکی پھیکی روشنی میں ایک بہت بڑا سانپ نظر آیا جو ایک درخت کی شاخ پر سے لٹک کر جھول رہا تھا۔ شکنتلا ڈرنے کے بجائے وہاں رک گئی۔ اور پھر درخت کی دوسری طرف سے ہو کر آگے نکل گئی۔ یہاں کوئی بھی جنگلی پگڈنڈی نہیں تھی۔ بس سارا جنگل بڑی گھنی جھاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔ شکنتلا کے پاؤں درد کرنے لگے تھے۔ اس کے پاؤں میں کانٹے چھبنے سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن وہ ایک بہادر شیرنی کی طرح آگے ہی

آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

اچانک اسے اپنے پیچھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ وہ رگ گئی۔ اس نے کان لگا کر سنا کہ پیچھے یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں۔ اس کا خون خشک ہو گیا۔ اس کے پیچھے قبیلے کے وحشی شور مچاتے چلے آ رہے تھے۔ اب وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ اگر اس نے خوصلے سے کام نہ لیا تو ساری زندگی کے لیے برباد ہو کر رہ جائے گی۔ اسے ہمت اور بہادری سے کام لینا ہوگا۔ وقت بہت کم تھا۔ وحشی شور مچاتے بھاگتے، چیختے چلاتے چلے آ رہے تھے۔ جھونپڑے کی ٹوٹی ہوئی دیوار دیکھ کر وہ ٹھیک اس سمت کو آ رہے تھے۔ جس سمت کو شکنتلا بھاگی تھی۔

شکنتلا نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔

اس کے سر پر ایک گھنا درخت اپنی شاخیں پھیلائے رات کی خاموشی میں چپ چاپ کھڑا تھا۔ شکنتلا نے آنکھیں بند کر کے خدا سے دعا کی

اور پھر اس نے درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔

خدا جانے اس میں اتنی طاقت، اتنا حوصلہ اور اتنی بہادری کہاں سے آگئی تھی کہ وہ ایک ماہر شکاری کی طرح دیکھتے دیکھتے درخت کے اوپر چڑھ گئی۔ اس نے کافی بلندی پر جا کر اپنے آپ کو گھنی شاخوں میں چھپا لیا۔ اب آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے پتوں میں سے نیچے جھانکنے لگی۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں ہر شے دیکھ رہی تھیں۔ اندھیرا زیادہ نہیں تھا۔ چاندنی نے درختوں کے گھنے سائے میں بھی ہلکی ہلکی روشنی کر رکھی تھی۔

وحشیوں کا شور آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔ شکنتا کا ہاتھ ایک شاخ پر پڑ گیا۔ اس شاخ پر بیٹھا پرندے پھڑ پھڑا کر اڑ گیا۔ اگر یہ پرندہ اس وقت پھڑ پھڑا کر اڑتا جب وحشی درخت کے نیچے ہوتے تو شکنتا کا بچنا محال تھا۔ وحشی ضرور اوپر دیکھتے۔ انہیں شک پڑ جاتا کہ شکنتا درخت

میں چھپی بیٹھی ہے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت شکنتا کو وحشیوں کے پنجے سے نہیں بچا سکتی تھی۔ مگر خدا نے شکنتا کو بچا لیا تھا۔ صرف اس لیے کہ اس نے ہمت اور بہادری سے کام لیا تھا۔

وحشی اس درخت کے پاس پہنچ گئے تھے۔ وہ درخت کے نیچے پہنچ کر رک گئے۔ قبیلے کا موٹا خونخوار سردار ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ شکنتا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وحشی سردار نے ادھر ادھر غور سے دیکھا اور اپنے ساتھی سے کہا:

”اسے اسی جگہ تلاش کرتے ہیں زیادہ دور نہیں بھاگ سکتی پھر اسے جنگل کا پتہ بھی نہیں ہے۔“

سردار نے اوپر سر اٹھا کر کہا۔

”ان درختوں پر چڑھ کر دیکھو۔ وہ ضرور ان درختوں میں ہی کسی جگہ بیٹھی ہوگی۔“



یہ سن کر شکنتا کی تو جان ہی نکل گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف کے مارے آنسو بھی خشک ہو گئے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اور ہاتھ جوڑ کر خدا سے دعا کی کہ اے مالک دو جہاں اے شریف لڑکیوں کی عزت کے رکھو اے ہماری بھی سن۔۔۔۔۔ میری مدد کرو۔۔۔۔۔ میری عزت کو بچالے۔ اب شکنتا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وحشی درختوں پر چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ ایک وحشی شکنتا کے درخت پر بھی چڑھ رہا تھا۔ شکنتا کا سانس خشک ہو گیا تھا۔ اس کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ موت اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وحشی ابھی اوپر آئے گا۔ پتوں میں چھپی ہوئی شکنتا کو دیکھ کر وہ وحشی سے ایک چیخ مارے گا اور پھر سارے وحشی اس درخت پوٹوٹ پڑیں گے اور شکنتا کو رسیوں میں جکڑ کر لے جائیں گے۔ وحشی اب شکنتا کے بالکل قریب آ گیا تھا۔ بس صرف ایک پتوں والی شاخ بٹانے کی دیر تھی کہ شکنتا اسے نظر

آ جاتی۔

خدا نے شکنتا کی فریاد سن لی تھی۔

شکنتا کے سر کے اوپر سرسراہٹ سی ہوئی شکنتا نے اوپر نظر اٹھائی۔

اب اس کی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ ایک سرخ آنکھوں والا موٹا سانپ رینگتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ شکنتا کا سارا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ نیچے

موت تھی اوپر موت تھی۔ نیچے وحشی اسے پکڑنے آ رہا تھا۔ اوپر سے سانپ اسے ڈسنے چلا آ رہا تھا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

سانپ بڑی خاموشی سے شکنتا کے قریب والی ٹہنی سے ہو کر نیچے کی طرف اتر گیا۔ تھوڑی دیر بعد شکنتا نے اوپر نیچے چڑھتے ہوئے وحشی

کی چیخ کی آواز سنی دی اور وہ ڈھرام سے نیچے زمین پر گر پڑا سانپ نے وحشی کو ڈس لیا تھا۔

خدا جانے سانپ کہاں گم ہو گیا۔ وہ اوپر نہیں آیا۔ وحشی کے نیچے

انسان بہت جلد گھبرا جاتا ہے۔ مگر جب وہ صبر کرتا ہے اور خدا سے سچے دل سے دعا کرتا ہے تو خدا اس کے غیب سے مدد کرتا ہے۔ وہ ایسا سبب بنا دیتا ہے کہ حیران ہو کر رہ جاتا ہے۔۔۔ اسے امید بھی نہیں ہوتی مگر اس کی جان بچ جاتی ہے۔ اور وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ جس سانپ کو دیکھ کر شکنٹا سہم گئی تھی۔ اس نے شکنٹا کے دشمن کو آگے بڑھ کر ہلاک کر ڈالا تھا۔ اور خود نہ جانے کہاں جا کر گرم ہو گیا تھا۔ دشمن بھی مر گیا تھا۔ اور سانپ بھی غائب ہو گیا تھا۔

نیچے میدان صاف تھا۔ وحشی واپس بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے جنگل میں کسی دوسری طرف کو شکنٹا کی تلاش شروع کر دی تھی۔ پھر بھی وہ درخت اترتے ہوئے گھبراتے تھے اسے ڈرتھا کہ کہیں آس پاس کوئی جنگلی چھپا ہوا نہ ہو۔

چانداب درختوں کے اوپر آ کر چمک رہا تھا اور اس کی روشنی گھنی

گرتے ہی سارے اور سردار اس کے گرد جمع ہو گئے۔ وحشی کے جسم میں سانپ کا زہر داخل ہو کر تیزی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ سردار نے چیخ کر کہا:

”درخت سے پڑے ہٹ جاؤ یہاں شیش ناگ ہے۔ اس کو شیش ناگ نے کاٹا ہے۔ اس کا سارا بدن پانی بن کر بہ رہا ہے۔ یہاں سے بھاگو۔ شیش ناگ ہمیں بھی کاٹ لے گا۔“

سارے وحشی سردار کے پیچھے مرتے ہوئے وحشی کو اسی جگہ چھوڑ کر بھاگ جہاں ایک پل پہلے خطرناک قسم کے آدم خور شکنٹا کی جان کے دشمن بنے جمع تھے۔ وہاں اب سناٹا چھایا ہوا تھا اور زمین پر ایک وحشی کی لاش پڑی تھی جو نیلی ہو کر پانی بن رہی تھی۔

شکنٹا اس انقلاب پر دنگ رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے ہاتھ باندھ کر اور آنکھیں بند کر کے خدا کا شکر یہ ادا کیا۔

جنگل کے دوسرے حصے میں آگئی۔ یہاں اہلی کے گھنے درختوں پر شبنم ٹپک رہی تھی درخت اتنے گھنے تھے کہ چاندنی بڑی مشکل سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ شکنتا کوڑا سا لگا لیکن پیچھے موت اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

اس نے خدا کا نام لیا اور جنگل کے اندھیرے میں داخل ہو گئی۔ اتنی دیر جنگلوں میں رہتے رہتے اسے وہاں کی ہر قسم کی بو سے واقفیت ہو گئی تھی۔ اس گھنے جنگل میں آتے ہی اس نے شیر کی خاص قسم کی بو محسوس کی وہ ایک پل کے لیے رک گئی۔ بوان درختوں کی طرف سے آرہی تھی جن کا سلسلہ دور پھیلی پہاڑیوں کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ رک کر سوچنے لگی کہ اسے باقی رات کسی درخت پر چڑھ کر گزارنی چاہیے تاکہ شیر کا خطرہ ٹل جائے۔ مگر اب رات بہت تھوڑی رہ گئی پو پھٹنے والی تھی تھوڑی سی دیر کے لیے وہ کیا درخت پر چرھنے اور پھر اترے۔

شاخوں میں سے چھن چھن کر نیچے آرہی تھی۔ جنگل میں پچھلے پہر کی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ اس ہوا میں دلہنوں اور تالاب میں ڈوبے ہوئے سر کندوں کی بو تھی۔ شکنتا نے سوچا کہ اس وقت اس کی تلاش میں وہ دوبارہ یہاں آئیں گے۔ اور وہ پکڑی جائے گی۔ وہ درخت سے نیچے اتر آئی۔ سوکھے پتوں پر وحشی کی لاش بڑی حالت میں پڑی تھی شکنتا اس پر ایک نظر ڈال کر وہاں سے بھاگ اٹھی۔

وہ اب جنوب کی طرف جارہی تھی جدھر وحشی نہیں گئے تھے۔ چاندنی میں جنگل کے راستے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ شکنتا کو اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس ہو رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے خدا اس کے ساتھ ہے۔ خدا نے اس کی دعا سن لی تھی اور اسے دشمن سے بچا لیا تھا۔ آگے ایک ندی آگئی۔ شکنتا ندی میں سے گزر کر جنگل کے دوسرے حصے میں آگئی۔ یہاں اہلی اور سال سے گزر کر



اب وہ کچھ کچھ بہادر ہو گئی تھی اور وہ آگے بڑھتی جائے گی۔

یہ فیصلہ کر کے شکنتا دوسری طرف سے ہو کر جنگل میں آگے بڑھنے لگی یہاں اسے قبوے کی گھنٹی جھاڑیاں ملیں جن کی اندر اندھیرا چھایا ہوا تھا یہ جھاڑیاں چاروں طرف اپنی شاخیں گرا کر اندر ایک چھوٹا سا غار بنا لیتی ہیں۔

جنگلی جانور عام طور پر اس قسم کی غار میں چھپے رہتے ہیں۔ شیر اکثر راتوں کو انہی جھاڑیوں میں چھپ کر شکار کرتا ہے۔ شکنتا ان جھاڑیوں سے بچ بچ کر آگے بڑھ رہی تھی۔ مگر یہ جھاڑیاں قدم قدم پر تھیں اور شکنتا کو یہ ڈرتھا کہ کسی جھاڑی میں سے کوئی جنگلی درندہ نکل کر اس پر حملہ نہ کر دے۔

شیر کی خاص بواب نہیں آرہی تھی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ ہوا شکنتا کی مخالف سمت کو چل رہی تھی یعنی ہوا

جنگل میں شکنتا کے پیچھے سے آگے کو چل رہی تھی اور شیر شکنتا کے آگے ایک جگہ موجود تھا۔ شکنتا اس شیر کی موجودگی سے بے خبر تھی۔ اگر اسے ہوا میں شیر کی بو آ جاتی تو وہ کبھی آگے بڑھنے کی جرات نہ کرتی اور اس قدر قریب ہو پا کر ضرور کسی درخت پر چڑھ جاتی۔ مگر مخالف سمت کی ہوانے اسے دھوکے میں رکھا۔

اس نے اب بھاگنا بند کر دیا تھا۔ وہ بھاگ نہیں رہی تھی بلکہ تیز قدموں سے چل رہی تھی چلتے چلتے اسے اپنے راج کنور اور کمسن بچے کا خیال آ کہ وہ شاہی محل میں آرام سے سو رہا گا۔۔۔۔

اسے کیا خبر کہ اس کی بیوی اس کی مہارانی اس وقت اسی کے ملک کے ایک جنگل میں در بدر بٹھک رہی ہے۔ اور دشمن اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

پھر اسے غبر کا خیال آ گیا کہ وہ بے چارہ اس کے لیے کس قدر پریشان

گیا۔ وہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ ہلکی ہلکی صبح کی روشنی چاندنی میں شامل ہو کر جنگل کے درختوں میں پھیل رہی تھی۔ شکنتلا نے دیکھا کی تھوڑے فاصلے پر سامنے مہوے کی جھاڑیوں کے باہر زرد دھاریوں اور بہت بڑے سرو والا ایک شیر بیٹھا اس کی طرف اپنی سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

ہو رہا ہوگا۔ خدا جانے وہ جنگل میں کس جگہ اسے تلاش کرتا پھر رہا ہوگا خدا جانے وہ خود کہاں ہوگا؟ کس عالم میں ہوگا؟ ظاہر ہے وہ شکنتلا کے بغیر آگے نہیں گیا ہوگا۔ وہ اسے چشمے پر غائب پا کر بہت حیران اور پریشان ہوا ہوگا۔ پھر اس نے شکنتلا کی تلاش شروع کر دی ہوگی اور نہ جانے اس وقت کہاں کہاں اس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوگا۔ شکنتلا اپنے منبر بھائی کے کردار کی عظمت سے بہت متاثر تھی۔ اس نے شکنتلا کو بہن بنا کر پورے بھائی کا حق ادا کر دیا تھا۔ وہ اپنی بہن ماریا اور ناگ کو بھول کر شکنتلا کی مدد کر رہا تھا۔ اس نے شکنتلا کے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ اسے اس کے گھر پہنچا کر دم لے گا اور وہ اس وعدے پر ایک مکمل بہادر اور شریف انسان کی طرح عمل کر رہا تھا۔

شکنتلا کے پاؤں من من کے بھاری ہو گئے۔ اس کا بدن ٹھنڈا برف ہو

روشنی پھیلنے لگی تھی شکنتا نے صبح کی پہلی روشنی میں دیکھا کہ شیر بہت بڑا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ اور پیلی دھاریاں تھیں۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور غراتے ہوئے اس کے لمبے دانتوں والے جڑے پھڑ پھڑا رہے تھے۔

شکنتا کو اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔

کمزوری اور خوف کے مارے اس کی ٹانگیں لڑکھڑائیں اور وہ زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑی۔ اس کے گرتے ہی شیر گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ جنگل کے سارے جانور اور درندے انسان سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی طاقت دی ہے کہ اس کی شکل دیکھ کر ہی درندے کود کچھ کر خود گھبرا جائے تو جانور کا دل بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ خود انسان پر حملہ کر دیتا ہے۔ مگر جنگل کا شیر جب تک آدم خور نہ بن جائے وہ کبھی کسی انسان پر حملہ نہیں کرتا۔ جنگل میں وہ انسان کو دیکھ کر خود ہی کتر کر نکل

خنجر مار دو

شکنتا پتھر کا بت بنی شیر کو دیکھ رہی تھی۔

جب سے وہ وحشی جنگلیوں کی قید سے بھاگی تھی یہ پہلی بار تھی کہ وہ ڈر محسوس کر رہی تھی۔ شیر اپنی جگہ پر جم کر بیٹھا تھا۔ وہ شکنتا کی طرف گھور رہا تھا اور ہولے ہولے غرار ہا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ تم اس طرف کیوں آ گئی ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا۔ کہ ادھر جنگل کا بادشاہ بیٹھا آرام کر رہا ہے۔ شکنتا میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل سکے۔

درختوں پر پرندے اڑ چکے تھے۔ درختوں کے پیچھے سے سورج کی



جاتا ہے۔ اگر انسان شیر کے علاقے میں نکل آئے تو شیر غرا کر اسے کہتا ہے کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔ عقل مند انسان شیر کی غراہٹ سن کر چپکے سے راستے بدل کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ شیر نے جب شکنتا کو دیکھا تھا تو وہ اسی لیے غرایا تھا کہ شکنتا ادھر کیوں آگئی ہے۔ وہ وہاں سے چلی جائے۔ لیکن بے چاری شکنتا کو اس کی کیا خبر تھی۔ وہ گھبرا گئی اور خوف کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

شیر بڑی شاہانہ چال سے چلتا ہوا بے ہوش شکنتا کے پاس آیا۔ اس نے اپنا بھاری بھر کم سر جھکا کر غور سے شکنتا کو دیکھا۔ شکنتا بے ہوش تھی۔ اگر وہ ہوش میں ہوتی تو شیر کا سر اپنی آنکھوں اور چہرے کے اس قدر قریب دیکھ کر ضرور مر جاتی۔ کیونکہ اس کا ڈر اور خوف بیدار ہو چکا تھا۔ خوف اس قدر بڑی چیز ہے کہ انسان خوف میں اپنا نقصان کر ڈالتا ہے۔ انسان کو مصیبت کے وقت کبھی خوف نہیں کھانا چاہیے۔

خوف کھانے سے انسان بہت ہی کمزور ہو جاتا ہے اور پھر اس میں اتنی ہمت نہیں رہتی کہ وہ مصیبت کا مقابلہ کر سکے۔ بعض لوگ شیر یا ہاتھی کو سامنے دیکھ کر ہی خوف سے مر جاتے ہیں؛ حالاں کہ اگر وہ ایک بہادر آدمی کی طرح مقابلہ کرتے تو شیر یا ہاتھی کو بھگا دیتے۔

پس انسان کو چاہئے کہ وہ کبھی کسی چیز کو دیکھ کر خوف زدہ نہ ہو۔ اس سے ڈرنے کی بجائے بہادری سے مقابلہ کرے۔ بہادر آدمی کے سامنے دنیا کی کوئی بھی مصیبت نہیں ٹھہر سکتی۔ انسان کی بہادری سے مقابلہ کرتے دیکھ کر بڑے بڑے شیر یا ہاتھی اور جن بھوت بھاگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی طاقت اور عقل انسان کو دی ہے اتنی کسی جانور کو نہیں دی۔ شکنتا اگر بہادری اور جی داری سے کام لیتے ہوئے وہاں سے دوسری طرف چلی جاتی تو شیر اسے کچھ بھی نہ کہتا۔ شیر اب بھی اسے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔

شیر نے شکنتا کے چہرے کو سونگھا اور متہ اوپر اٹھا کر ایک بھر پورا انگڑائی لی اور چپکے سے قدم قدم چلتا جنگل میں ایک طرف چلا گیا۔ دن نکل آیا تھا۔ دھوپ درختوں میں سے چھن کر آرہی تھی۔ شکنتا ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ شیر کے وہاں سے چلے جانے کے بعد پرندے بھی درختوں پر واپس آگئے اور انہوں نے شاخوں میں چھبھانا شروع کر دیا۔

ان کے شور سے شکنتا کو ہوش آ گیا۔

پہلی بار تو اسے خیال آیا کہ وہ مر چکی ہے۔ شیر نے اسے کھالیا تھا اور وہ جنت کے باغ میں آگئی ہے۔ جہاں خوبصورت پرندے درختوں پر گیت گارہے ہیں۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ وہ اسی جنگل میں لیٹی ہے جہاں اس نے شیر کو دیکھا تھا تو وہ سمجھ گئی کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ شیر وہاں بیٹھا ہے یا نہیں؟ اس نے

چپکے چپکے سراٹھا کر دیکھا۔ شیر وہاں سے جا چکا تھا۔ شکنتا کی جان میں جان آئی۔

وہ آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ چاروں طرف جنگل میں کوئی شیر نہیں تھا۔ شکنتا نے خدا کا شکریہ ادا کیا کہ وہ شیر کے حملے سے زندہ بچ گئی۔ شیر نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اگر وہ حملہ کر دیتا تو اس وقت شکنتا کی ہڈیاں وہاں پڑی ہوتیں۔

وہ کھڑکی ہوگئی اور اس نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا اور جنگل میں ایک طرف کو چلنے لگی۔ وہ تیز تیز چل رہی تھی۔ اس ڈر سے کہ کہیں شیر دوبارہ وہاں سے نکل کر نہ آجائے۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

دن کا اجالا پھیل جانے کی وجہ سے جنگل میں ہر شے صاف نظر آرہی تھی۔ یہاں شکنتا نے تالاب دیکھنے جن کی سطح پر کائی جمی ہوئی تھی اور





عنبر اس گھناؤنی سازش سے بے خبر تھا کچھ دیر وہ شکنتا اور مار یا وغیرہ کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ پھر بھی وہ سونے کی کوشش کرتے ہوئے لیٹا رہا۔

باہر کھرے ہوئے وحشی نے جب دیکھا عنبر سو گیا ہے تو وہ چپکے سے خنجر ہاتھ میں لیے جھوپڑی کے اندر آ گیا۔ جھوپڑی کے دروازے کے باہر جو پہرہ دار تھا وہ بھی سو رہا تھا۔ وحشی جھوپڑی میں داخل ہو کر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ عنبر جاگ تو نہیں رہا اصل میں عنبر کی اس وقت سچ مچ آنکھ لگ گئی تھی اور وہ سو گیا تھا۔ وحشی دبے پاؤں عنبر کے تخت کی طرف بڑھا۔

عنبر بے خبر ہو کر سو رہا تھا۔ وحشی نے عنبر کے چہرے پر جھک کر دیکھا وہ ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا

تھا۔ وحشی کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں شکار اس کے جال میں آ گیا تھا۔ وزیر نے اس شخص کو بکریاں دینے کا لالچ دے کر عنبر کے قتل پر راضی کیا تھا۔ اسے خوشی تھی کہ عنبر کو مار کر وہ سات بکریاں حاصل کر سکے گا اور بڑے مزے سے روز اس کا دودھ پیا کرے گا۔ وحشی نے پوری طاقت سے خنجر والا ہاتھ اٹھایا اور پوری طاقت سے خنجر کے دل میں گھونپ دیا۔ عنبر کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا ہے کہ ایک وحشی اس پر جھکا مسکرا رہا ہے اور خنجر اس کے سینے میں گھسا ہوا ہے عنبر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وحشی جلد سے پڑے بیٹھ گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کے سینے میں خنجر لگے اور وہ اٹھ کر بیٹھ جائے؟ وحشی کے لیے یہ عجیب و غریب بات تھی جسے وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا تھا۔ عنبر کے جسم سے کوئی خون نہیں نکل رہا تھا۔ اس کے جسم پر کوئی زخم بھی نہیں آیا تھا۔ عنبر

نے سوچا کہ صبح اٹھ کر وہ سردار تھی سے بات کرے گا۔

اور وحشی کو پہچان کر سزا دلوائے گا۔ غنبر تخت پر دوبار لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

وحشی رات کے اندھیرے میں دوڑتا ہوا سیدھا وزیر کے جھونپڑے

میں پہنچا۔ وزیر پہلے ہی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وحشی اندر داخل

ہوا تو وزیر نے جھونپڑی کا دواڑہ بند کر لیا اور اس سے پوچھا:

”کیا تو نے میرے دشمن کو قتل کر دیا؟“

وحشی نے سر ہلا کر کہا:

”نہیں میرے آقا۔“

وزیر نے گرج کر پوچھا:

”کیوں؟“

وحشی بولا:

نے اپنے سینے میں سے خنجر نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور وحشی کا ہاتھ اپنی

طرف کھینچا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔

غنبر نے خنجر اس کے منہ پر لہرا کر کہا:

”بول تو یہاں کس کے حکم سے آیا ہے؟“

وحشی کو اچھی معلوم تھا کہ اگر اس نے وزیر کا نام لے لیا تو وہ اسے ہرگز

زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس نے وہاں سے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ کہنے

لگا۔

”ابھی بتاتا ہوں پہلے مجھے پانی پلاؤ۔“

غنبر پانی لینے کے لیے دوسری طرف ہٹا ہی تھا کہ وحشی نے ایک

چھلانگ لگائی اور جھونپڑی سے نکل کر جنگل کے اندھیرے میں گم ہو

گیا۔

غنبر اسے دیکھتا ہی رہ گیا؛ بہر حال وہ اس کی شکل پہچان سکتا تھا۔ اس

”وہ انسان نہیں کوئی دیوتا ہے آقا۔“

”کیا مطلب؟“ وزیر نے پوچھا۔

وحشی کہنے لگا:

”مطلب یہ میرے آقا کہ میں نے پوری طاقت سے خنجر اس کے سینے

میں عین دل میں اتارا تھا۔ مگر وہ پھر بھی زندہ رہا۔ اسے کچھ بھی نہیں

ہوا نہ اس کے جسم سے کوئی خون بہا اور نہ اس کے سینے پر کوئی زخم لگا۔

میری آنکھوں کے سامنے اس نے خنجر اپنے سینے سے کھینچ لیا۔ اور پھر

مجھے پکڑ لیا۔“

وزیر نے فکر ہو کر کہا:

”تم نے اسے کچھ بتایا تو نہیں؟“

وحشی بولا:

”میں وہاں موقع پا کر بھاگ آیا ہوں۔ مگر اس نے میری شکل اچھی

طرح دیکھ لی ہے۔ اب وہ صبح سردارنی کو سب کچھ بتا دے گا آقا اور

سردارنی مجھے شیر کے آگے ڈال دے گی۔ مجھے بچائیے۔ میری زندگی

آپ کے ہاتھ میں ہے۔“

تم ابھی اس وقت یہاں سے بھاگ جاؤ اور دریا پار دوسرے قبیلے میں

پہنچ جاؤ۔ وہاں میرا بھائی رہتا ہے۔ تم اسے جانتے ہو۔ وہ تمہیں بھی

جانتا ہے۔ اسے سب کچھ بتا دینا۔ میں اس کی مدد سے اس قبیلے پر حملہ

کرنا چاہتا تھا۔ میرے بھائی سے کہنا کہ ابھی وہ کچھ دیر انتظار کرے

چلو جلدی بھاگ جاؤ ابھی رات باقی ہے۔ نہیں تو صبح ہو جائے گی اور

پھر تمہارا بچانا میرے لیے مشکل ہو جائے گا۔“

وحشی اٹھ کر جنگل کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

وزیر دیر تک جھونپڑی میں ٹہلتا رہا اور وہ بچ جائے؟ کہیں یہ عنبر سچ مچ

جادوگر تو نہیں ہے؟ ضرور وہ جادوگر ہے۔ ورنہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔



اس نے جادو کے زور سے اپنی جان بچائی ہے۔ پھر اسے کس طرح ہلاک کیا جائے؟ کیا اسے اجازت دے دی جائے کہ وہ سردارنی سے شادی کر لے؟ اب تو پانی سر سے گزر گیا ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ صبح ہو گئی۔ شادی کی تیاریاں زور شور سے شروع ہو چکی تھیں۔ دن نکلتے ہی عنبر نے سب سے پہلی بات سردارنی کو یہ بتائی کہ رات اس کے قبیلے کے ایک آدمی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ سردارنی غصے میں آ گئی!

”کون ہے وہ بد بخت جس نے تم پر حملہ کرنے کی جرات کی؟ کیا تم اسے پہچان لو گے؟“

”ہاں میں سے پہچان لوں گا۔“

سردارنی نے قبیلے کے سارے آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا۔ عنبر ایک ایک وحشی کو غور سے دیکھنے لگا۔ وہ ساری قطار کے آگے سے

گزر گیا۔ لیکن جس آدمی نے اس پر حملہ کیا تھا وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ سردارنی نے پوچھا:

”کیا قاتل نہیں ملا؟“

عنبر نے کہا:

”سردارنی میرا قاتل ان لوگوں میں نہیں ہے۔ وہ ضرور یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔“

سردارنی نے کہا:

”ابھی پتہ چل جاتا کہ کون آدمی غائب ہوا ہے۔“

سردارنی نے جب پتہ لایا وحشیوں کی پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ ایک وحشی کم ہے۔ وہ قبیلے کو چھوڑ کر بھاگ چکا تھا۔ سردارنی غصے سے چیخ و تاب کھاتی رہ گئی۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن وہ بڑی حیران تھی کہ غیر پر حملہ اس شخص نے کس لیے کیا؟

”بہر حال میں اس شخص کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔“

اس نے چند ایک وحشیوں کو حکم دیا کہ جنگل جنگل گھوم کر قاتل کو تلاش کیا جائے اور اس کا سر کاٹ کر اس کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

اس کام سے فارغ ہو کر سردار فنی نے عنبر سے کہا:

”آج ہماری تمہاری شادی ہو جائے گی۔ تم اس قبیلے کے سردار بن جاؤ گے پھر تمہیں ہمارے قبیلے میں ہی رہنا اور مرنا ہوگا۔۔۔“

عنبر کو چونکہ شکنتا کو تلاش کرنے کی غرض تھی اور وہ اسی لیے قبیلے کا سردار بننا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے سردار فنی سے کہا:

”یہ میری خوش قسمتی ہے، سردار فنی کہ تم مجھے قبیلے کا سردار چن رہی ہو۔ پھر بھلا مجھے کیا ضرورت ہے کہ یہاں سے بھاگوں؟ ایسی اچھی زندگی مجھے اور کہاں ملے گی؟ اور پھر میرا اس دنیا میں کون ہے جس کے پاس بھاگ کر میں جاؤں گا۔“

اسے کیا ضرورت تھی کہ سردار فنی کے ہونے والے دولہا کو وہ ہلاک کرے؟

عنبر نے کہا:

”میرا خیال ہے کہ کسی نے اسے اس کام کے لیے بھیجا تھا۔“

سردار فنی نے تڑپ کر پوچھا:

”کون ہو سکتا ہے میرا دشمن؟ اس کا نام لو۔ میں ابھی اس کا خون پی جاؤں گی۔“

عنبر کو وزیر کو پہلے ہی شک تھا۔ لیکن اس نے اس کا نام لینا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ اس کے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا۔

اس نے سردار فنی سے کہا:

”میں کسی کا بھی نام نہیں لے سکتا سردار فنی۔“

سردار فنی نے کہا:

سردار فی نے خوش ہو کر کہا:

”شاباش مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اچھا اب ایک بات بتاؤ گے؟“  
”کیا؟“

سردار فی غور سے گھورتے ہوئے پوچھا:

”کیا تمہارے پاس کالا جادو ہے؟“

عنبر نے مسکرا کر کہا:

”اسکا جواب میں وقت آنے پر دوں گا سردار فی۔“

سردار فی خاموش ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ وہ پھر کبھی اس سے یہ بات پوچھ لے گی۔ اب تو عنبر نے ساری زندگی اسی قبیلے میں بسر کرنی ہے پھر کسی وقت سہی۔۔۔ اسی زور عنبر کی سردار فی سے شادی ہو گئی اور وہ اس قبیلے کا سردار بن گیا۔

وزیر غصے سے تلملا ہی رہ گیا۔

شیر آیا تھا

اب ذرا شکنتا کی خبر لیں کہ وہ کس حال میں ہے؟

ہم اے جنگل میں چھوڑ آئے تھے۔ دن چڑھ آیا تھا۔ درختوں کے

اوپر دھوپ نہی۔ درختوں کے نیچے بہت کم دھوپ پہنچ رہی تھی۔ اس

لیے کہ درختوں کی شاخیں بہت گھنی تھیں۔ شکنتا بے چاری آگے ہی

آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ راستے راستے سے واقفیت تھی نہ اسے یہ

خبر تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ بس وحشیوں ڈر سے چلی جا رہی تھی۔

یہ جنگل ہر قسم کے جنگلی درندوں سے بھرا ہوا تھا۔ ابھی وہ شیر کی مصیبت



سے بچی تھی کہ اب اسے جنگل میں سوچنے لگی کہ آواز کدھر سے آئی تھی؟ دوسری بار ہاتھی چنگھاڑا تو بالکل قریب سے آواز آئی سوائے درخت پر چڑھ کر جان بچانے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

اس نے ایک درخت کو دیکھا جس کی ٹہنیاں بہت جھٹی ہوئی تھیں لپک کر اس درخت پر چڑھ گئی۔ اور پتوں میں اپنے آپ کو چھپا لیا۔ اب وہ ہاتھی کی راہ دیکھنے لگی کہ کم بخت وہاں سے گزر جائے تو وہ اتر کر آگے چلے۔ ہاتھی شاید کسی جگہ گھاس کھانے کے لیے رک گیا تھا۔ جنگل میں سوائے پرندوں کے چہچہانے کی اور کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ہاتھی ایک بار پھر چنگھاڑا اور پھر وہ درختوں میں سے نکل کر سامنے آگیا۔ شکنتا نے اسے شاخوں میں سے دیکھا تو اس کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔

کم بخت بڑا اونچا لمبا ہاتھی تھا۔ دھپ دھپ زمین پر پاؤں مارتا چلا

آ رہا تھا۔ اب جو شکنتا نے دیکھا تو اس کا خون خشک ہو گیا۔ اس ہاتھی کے پیچھے ایک اور ہاتھی چلا آ رہا تھا۔ جو شاید ہتھنی تھی۔ دونوں اس درخت کے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے جس کے اوپر شکنتا نے پناہ لے رکھی تھی ہاتھی نے سونڈ بڑھا کر درختوں پر سے ٹہنیاں نوچ نوچ کر کھانی شروع کر دیں۔ شکنتا ڈرنے لگی کہ اگر ہاتھی نے اس کے درخت کی شاخیں نوچنا شروع کر دیں تو وہ اسے نظر آ جائے گی اور ہاتھی تو پھر اسے کبھی نہیں چھوڑتے گا۔ وہ دل میں خدا سے دعا کرنے لگی کہ وہ اسے اسی مصیبت سے بچائے۔

ہاتھی درختوں کے پتے نوچ رہا تھا۔ ہتھنی چپ چاپ کھڑی اپنی سونڈ ہلارہی تھی اچانک اس نے سونڈ اوپر اٹھا کر فضا میں کچھ بوسونگھی اور پھر ایک خاص انداز میں چنگھاڑی ہاتھی بھی چوکنہ ہو گیا۔ اس نے سونڈ میں جوٹہنی پکڑی ہوئی تھی۔ وہ نیچے پھینک دی اور رخ موڑ کر اس

طرف دیکھنے لگا جدھر اس کی ہتھنی دیکھ رہی تھی۔ شکنتلا بھی خبردار ہو گئی اس نے سوچا کہ ضرور کوئی عجیب و غریب بات ہونے والی ہے۔ اتنے میں جنگل میں ریچھ کی آواز سنائی دی اس آواز میں وحشی بن تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ریچھ پاگل ہو کر ادھر نکل آیا ہے تھوڑی دیر وہاں گہری خاموشی رہی۔ دونوں ہاتھی اور ہتھنی چپ چاپ جدھر سے ریچھ کی آواز آئی تھی ادھر تکتے رہے۔ شکنتلا بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔ اچانک بھورے رنگ کا ایک ہٹا کٹاپلا ہوا ریچھ اپنی گردن مارتا جھاڑیوں میں سے نکلا اور ہاتھی اور ہتھنی کو سامنے دیکھ کر اسی جگہ ٹھک گیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ ہاتھی سے اتنی جلدی سامنا ہو جائے گا۔ پھر اسے یہ بھی امید نہیں تھی کہ ساتھ ہتھنی سے بھی مقابلہ کرنا ہوگا۔ لیکن ریچھ نے لڑنے مرنے کا کسی بات پر ڈٹ جائے تو پھر اس کی لاش ہی چھپے ہٹائی جاسکتی ہے۔ ریچھ کو کوئی چھپے نہیں ہٹا سکتا۔

چنانچہ یہ ریچھ بھی دو ہاتھی دیکھنے کے باوجود ڈٹ گیا اور مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ دیکھیں پہلے حملہ کون کرتا ہے۔ شکنتلا درخت کی شاخوں میں دبکی بیٹھی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ہتھنی پیچھے ہٹ گئی اور ہاتھی نے سوئٹا اوپر اٹھا کر زور سے چنگھاڑ مارا اور ریچھ کی طرف بڑھا۔ ہاتھی یہ چاہتا تھا کہ ریچھ کو اپنی سوئٹا میں لپیٹ کر پاؤں اوپر رکھ کر چیر ڈالے اور ریچھ اس فکر میں تھا کہ موقع ملے ہی اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے ہاتھی کا پیٹ ادھیڑ ڈالے یا اس کی سوئٹا کو کاٹ کر رکھ دے۔ ہاتھی پہل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر سوئٹا کو گھما کر ہزاروں من طاقت کا مارا ریچھ کی کمر پر مارا۔ مگر چالاک ریچھ پھرتی سے ہاتھی کے نیچے آ گیا ہاتھی دوسری بار حملہ کے لیے گے بڑھا تو ریچھ چکر دے کر ہاتھی کے نیچے آ گیا۔ نیچے آتے ہی اس نے بڑی



پھرتی سے ہاتھی کے پیٹ میں اپنے لمبے لمبے ناخن مارنے شروع کر دیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھی کا سارا پیٹ پھٹ گیا اور ساری انتڑیاں وغیرہ نکل کر باہر زمین پر ڈھیر ہو گئیں ہاتھی نے زور کی چیخ ماری ہتھنی کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ لیکن شاید ہتھنی اس کے مرنے کا انتظار کر رہی تھی۔

ہتھنی پیچھے گئی۔ ہاتھی نے ریچھ کو اپنی سونڈ میں پکڑنا چاہا مگر خون بہہ جانے اور پیٹ پھٹ جانے سے وہ بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ وہ لڑکھڑایا۔ ریچھ نے پیچھے سے آکر ہاتھی کی سونڈ پر اس زور سے پنجہ مارا کہ وہ کٹ کر دور جا گری۔ اب ہاتھی بے بس ہو چکا تھا۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ ریچھ نے حملہ کر کے ہاتھی کی دونوں آنکھیں اور منہ چیر ڈالا ہاتھی کی دردناک چیخ سے جنگل گونج اٹھا۔ اب ہتھنی سے نہ رہا گیا۔ اس نے سونڈ اوپر اٹھا کر ایک وحی شانہ چیخ ماری اور پہاڑ کی طرح

آگے بڑھ کر ریچھ کو اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا۔ ریچھ کو بھی امید نہیں تھی کہ ہتھنی ایک دم سے اس پر حملہ کر دے گی۔ وہ بڑے مزے سے ہاتھی کا چہرہ نوچ رہا تھا کہ ہتھنی نے پیچھے سے آکر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہتھنی نے ریچھ کو سونڈ میں لپیٹ لپیٹے اوپر اٹھا لیا۔ ریچھ نے اس کی سونڈ پر بھی ناخنوں کے بلیڈ چلانے شروع کر دیے۔ ہتھنی کی سونڈ سے خون کی دھاریں جاری ہو گئیں۔ ہتھنی نے ریچھ کو چھوڑا دیا۔ ریچھ نیچے گرتے ہی جنگل کی طرف بھاگا۔ مگر ہتھنی اس سے اپنے ہاتھی کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔

ریچھ اس کے جنگل سے نکل کر اتنی آسانی سے نہیں بھاگ سکتا تھا۔ ہتھنی نے لپک کر ریچھ کی پیٹھ پر زور سے سونڈ کا مکا مارا۔ ریچھ زمین پر لوٹنیاں کھانے لگا۔ ریچھ نیچے گرا ہی تھا کہ ہتھنی نے اس کے اوپر اپنا بھاری بھر کم پاؤں رکھ کر اسے پوری طاقت سے دبا دیا۔



ریچھ کی آخری چیخ نکلی اور وہ مر گیا۔ ہتھنی کا جوش ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا اس نے مرے ہوئے ریچھ کو اپنے پاؤں کے ساتھ دیا دیا۔ وہ زمین میں دب گیا۔ ہتھنی جنگل میں غائب ہو گئی شکنتا درخت سے نیچے اتر گئی اور دریا کے ساتھ چلنے لگی۔ چلتے چلتے اس کو ایک کشتی نظر آئی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اس پر سورا ہو گئی۔ دریا میں ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی۔ کہ ایک مگر مچھ شکنتا کی کشتی کا پیچھا کرنے لگا۔ شکنتا نے دیکھا کہ ایک سیاہ مگر مچھ کو اپنا بھیا نک منہ کھولے کشتی کا پیچھا کرتے دیکھا۔ اس نے اپنے آپ کو کشتی کے اندر چھپا لیا۔ مگر مچھ نے دیکھا کہ اس کا شکار غائب ہو گیا۔ خون خوار درندے کو عقل نہیں تھی کہ وہ کشتی کے اندر بھی جھانک سکتا۔ کچھ دور تک کشتی کا پیچھا کرنے کے بعد وہ واپس مڑ گیا۔ شکنتا نے کافی دور جا کر سر اٹھا کر دریا میں دیکھا۔ مگر مچھ کہیں نہیں تھا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس

بلا سے نجات ملی۔ کشتی دریا کی لہروں پر بہتی جا رہی تھی۔ خدا جانے ہی دریا کہاں جا کر ٹکٹا تھا کہاں جا کر سمندر میں گرتا تھا یا کسی دوسرے کے ساتھ شامل ہو جاتا تھا۔ شکنتا کو اتنا ضرور معلوم تھا کہ وہاں سے سمندر زیادہ دور نہیں ہے وہ سوچ کر کانپ گئی کہ اگر دریا کے ساتھ وہ بھی سمندر میں آن گری تو پھر کیا ہوگا؟ سمندر میں وہ اس چھوٹی سی کشتی پر بہت جلد تباہ ہو کر ڈوب جائے گی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر وہ سخت جان ہو گئی تھی اور اب اس میں کافی ہمت پیدا ہو چکی تھی۔ اوپر تلے مصیبتیں اٹھانے سے اس میں اتنی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی کہ مصیبت میں بھی سوچ سکے اس نے اب کوشش شروع کی کہ کسی طرح وہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ جائے۔ یہ کام سوائے چپو کے نہیں ہو سکتا تھا۔ وہاں چپو وہ کہاں لاتی۔ اس نے ہاتھوں سے چپوؤں کا کام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ شکنتا نے

اپنا ایک ہاتھ پانی میں ڈال کر اسے چپو کی طرح چلانا شروع کر دیا۔  
شکنتلا کا ایک ہاتھ تھک گیا تو اس نے دوسرے ہاتھ چپو بنالیا۔ دن  
ڈھل رہا تھا کہ اس کی کشتی دریا کے دوسرے کنارے کے پاس آگئی۔  
شکنتلا بے حد تھک چکی تھی اسکے دونوں ہاتھ شل ہو چکے تھے۔  
اب شکنتلا کو یہ ڈر تھا کہ لہریں اسے دوایا رہا کر دریا کے نیچے میں  
لے جائیں؛ چنانچہ اس نے جلدی سے کشتی میں سے دوسرے  
کنارے پر چھلانگ لگا دی۔ کشتی اسے کنارے پر پہنچا کر دریا میں  
بہتی ہوئی دور نکل گئی۔ کنارے پر آتے ہی شکنتلا زمین پر لیٹ گئی وہ  
اس قدر تھک گئی تھی کہ اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک  
لیٹ رہی پھر وہ اٹھ کر دریا کا تازہ میٹھا پانی پیا۔ منہ ہاتھ دھویا اور  
گھاس پر بیٹھ کر سو چنے لگی کہ اب کدھر کو جائے؟  
دریا کے اس کنارے سے آگے چھوٹے چھوٹے ٹیلے شروع ہو جاتے

تھے جن پر جھاڑیاں اور درخت اگے ہوئے تھے۔ یہ ٹیلے جہاں تک  
نظر کام کرتی تھی بکھرے ہوئے تھے۔ شام سر پر آرہی تھی۔  
شکنتلا کو اب رات بسر کرنے کے لیے کسی ٹھکانے کی تلاش تھی۔  
چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے جس جنگل میں وہ سفر کر رہی تھی۔ وہاں  
جھاڑیاں بہت کم تھیں۔ زمین پر گھاس بے تحاشا اگی ہوئی تھی۔ شام  
پڑ جانے کی وجہ سے گھاس کے اند جھینگر اور درختوں پر پرندے بول  
رہے تھے۔ شکنتلا کو سب سے زیادہ ڈر اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی  
سانپ گھاس میں سے نہ نکل آئے گرمی اور جس بھی بڑھ گیا تھا۔  
درختوں میں اندھیرا چھا گیا۔  
پرندوں نے شاخوں میں بیسرا کر لیا اور خاموش ہونے لگے۔ آسمان  
کہیں کہیں درختوں میں سے نظر آتا تھا۔ جہاں اکا دکا تارے  
جھلملانے لگے تھے۔ شکنتلا کسی درخت پر ہی رات بسر کرنا چاہتی تھی۔



گھاس پر لیٹ گئی۔

رات گزرنے لگی۔ جنگل میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی۔ درختوں پر بیٹھے پرندے بھی سو گئے رات آدھی گزر گئی۔ شکنتا کو تیند نہیں آرہی تھی کیوں کھوہ کے اندر کچھ مچھر آ گئے تھے۔ جو شکنتا کو سونے نہیں دے رہے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو ساڑھی میں لپیٹ لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی وہ دن بھر کی تھکی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اونگھنے لگی۔ پھر اسے نیند آ گئی۔

جنگل میں رات آدھی سے زای دہ گزر چکی تھی۔ ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دور بھی کبھی کسی الو کی بھیانک آواز گونج جاتی تھی۔ پھر ایسا ہوا کہ الو بولتے بولتے ایک دم رک گیا۔ ساتھ ہی جنگل میں کسی شیر نے ایک دھاڑ ماری۔ ایسا لگتا تھا کہ شیر بھوکا ہے اور شکار کی تلاش میں نکلا ہے۔ شکنتا کھوہ کے اندر گہری تیند میں کھوئی ہوئی تھی۔

اس طرز وہ جنگلی درندوں سے بچ سکتی تھی۔ مگر یہاں درخت اونچے اونچے تھے۔ شکنتا چلتے چلتے وہ تھک بھی گئی تھی اور رات کے وقت جنگل میں زیادہ چلنا ویسے بھی ٹھیک نہیں تھا۔ کیونکہ رات کو ہی جنگلی جانور اور درندے پانی اور خوارک کی تلاش میں نکلا کرتے ہیں۔

شکنتا پریشان ہو گئی۔ اسے کوئی جگہ ایسی نہیں مل رہی تھی جہاں رات بسر کر سکے اس کی نظر ایک چٹان کی طرف گئی۔ یہاں ایک جگہ اسے غار سا نظر آیا۔ قریب جا کر اس نے دیکھا کہ یہ ایک چھوٹا سا کھوہ تھا۔ جس میں لینے کی جگہ تھی۔ شکنتا نے اس کھوہ میں رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے تھوڑی سی گھاس زمین پر بچھا دی اور کھوہ میں داخل ہو کر اس کا منہ جھاڑیوں سے بند کر دیا۔

یہاں تھوڑی تھوڑی ٹھنڈک تھی اور مچھر بھی نہیں تھے۔ شکنتا چپکے سے



شیر کی ڈھاڑ سے ڈر کر ہرن جھاڑی میں سویا ہوا ہڑبڑا کر اٹھا اور ایک طرف اٹھ کر دوڑا۔

شیر ہرن کے پیچھے لپکا ہرن چوکڑیاں بھرتا جنگل میں بھاگنے لگا۔ مگر وہ بھاگنے کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہرن اس طرف بھاگا چلا آ رہا تھا۔

جدھر شکنتا کھوہ کے اندر سوئی تھی۔ وہاں سے تھوڑی دور پیچھے شیر نے چھلانگ لگائی اور وہ ہرن کے اوپر جا گرا۔ گرتے ہی شیر نے ہرن کی گردن کو منہ میں لے کر زور سے جھٹکا دیا۔ ہرن کی گردن ٹوٹ گئی۔

شیر نے وہیں شکار کا خون پی کر تھوڑا گوشت کھا کر پیٹ بھر اور ہرن کی ادھ کھائی لاش کو چھپانے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں اسے منہ میں لے کر آگے چل پڑا۔

وہ کوئی ایسی محفوظ جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ جہاں ہرن کی لاش کو پتوں میں چھپا کر رکھ دے تاکہ اگلے روز پھر آ کر ہرن کے گوشت سے اپنا پیٹ

بھرے۔

ہرن کی لاش کو گھسیٹے ہوئے شیر اس کھوہ کے پاس آ گیا۔ جس کے اندر شکنتا سو رہی تھی۔ شیر نے کھوہ کے باہر جھاڑیوں میں لاش کو چھپایا اور خود واپس اپنی کچھار کی طرف چلا گیا۔ شکنتا گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی۔ رات ڈھلنے لگی پو پھٹ گئی۔ درختوں پر پرندے چہچہانے لگے۔ پھر سورج نکل آیا۔ سارے جنگل میں صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پرندوں کی آوازوں سے شکنتا کی آنکھ کھل گئی۔

وہ انگڑائی لے کر منہ ہاتھ دھونے کے لیے کھوہ سے باہر نکلی تو اچانک اس کی نظر ہرن کی ادھ کھائی لاش پر پڑی۔ وہ ٹھٹھک گئی۔ لاش پر شیر کے پنچوں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔

تو کیارات کو وہاں شیر آیا تھا؟ شکنتا کا دل خوف دھڑکنے لگا۔

# اوپر موت نیچے موت

آگے کیا ہو۔۔۔۔؟

عبر سے شکنتا کی ملاقات کہاں ہوئی؟

شکنتا اس جنگل سے نکل کر کہاں چاہنچی؟

ماریا اور ناگ چین سے چل کر کدھر گئے؟

اس کے لیے اسی ناول کی اگلی قسط ۳۶ ویں قسط

”پراسرار پاکلی“ ملاحظہ فرمائیں